"چودہ پندرہ کے درمیان سن وسال"

"نہایت مستانہ خدوخال" ص ۱۴

وقس علی ہذا، ظاہری محاسن کے لحاظ سے کتاب قابلِ تعریف ہے،

آخری مضامین، نوشتہ آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان مرحوم صفحہ ۱۶۲، قیمت ۱۲/، پتہ:۔ ملک چنن الدین تاجر کتب، اللہ والے کی قومی دکان، کوچہ گگزیان، بازار کشمیری، لاہور،

سر سید مرحوم ایک خاص قسم کے خیالات کی اشاعت کے ذمہ دار ہیں، اور اس وقت ایک فطرت پرست و نیچری ... جماعت انہیں کے وضع کردہ اصول پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھ رہی ہے، یہ مضامین ان کے ذہنی مشاغل کی آخری ... ہے، اور سر سید مرحوم کی وفات (مارچ ۱۸۹۸ء) کے چند ماہ بعد (ستمبر ۱۸۹۸ء) میں ان کے ایک معتقد و مداح اور موجودہ ... کے والد ماجد ملک فضل الدین مرحوم نے ان کو شائع بھی کر دیا تھا، سر سید مرحوم اور ان کے رفقائے کار کے مضامین کی اشاعت اولین کا ملک صاحب مرحوم ہی کو فخر حاصل تھا، اور اب ان کی اشاعت ثانیہ کی عزت ان کے صاحبزادہ کو نصیب ہوئی ہے، اس مجموعہ کے مضامین علمی، مذہبی، تاریخی اور سیاسی ہیں، اور ان سے اس عہد کے مسلمانوں کی سب سے زیادہ ... مغربیت نواز جماعت کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے،

حیاتِ سعدی، مولفہ شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم صفحہ ۲۱۶، قیمت ۱۲/، پتہ مذکورہ بالا،

اس مشہور کتاب کا ایک متوسط حیثیت کا یہ اڈیشن ملک چنن الدین نے شائع کیا ہے، عام بازاری نسخوں سے تو بہرحال بہتر ہے، اس میں اتنا اضافہ اور کیا گیا ہے کہ مشکل الفاظ اور بعض جگہ اشعار کے معنی حاشیہ میں بڑھا دیئے گئے ہیں، اس خدمت کو جناب مولوی احمد بابا مخدومی لاہوری نے انجام دیا ہے، اس کے علاوہ ابتدا میں سعدیؒ اور مولف ... کی تصاویر بھی ہیں،

مجلد بست دوم | ماہ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۲۸ء | نمبر سوم

مضامین

شذرات

پچھلے مہینہ ایک اور فاضل زمانہ نے اپنی جگہ خالی کر دی، یکم ربیع الاول ۱۳۴۷ھ کو استاذ الوقت مولانا حکیم برکات
احمد صاحب بہاری ٹونکی نے وفات پائی، مرحوم اس عہد کے ان یگانہ اساتذہ مین تھے جن کے حلقۂ درس نے سینکڑون
فن پیدا کئے، جناب مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی کی طرح مرحوم کا خاندان بھی بہار سے ٹونک جا کر آباد ہوا تھا، یہ ۵۰ برس مولانا
عبدالحق خیرآبادی کی صحبت مین رہ کر علوم عقلیہ و حکمیہ مین سرآمد روزگار بنے تھے، ساتھ ہی علم حدیث اور علوم دینیہ کا فیض
قاضی محمد ایوب صاحب (بھوپال) سے حاصل کیا تھا، والی ٹونک ان کی پوری قدردانی فرماتے تھے، اور ان کو اپنی ریاست
کا فخر سمجھتے تھے، دور دور سے طلبہ آکر ان کے حلقۂ تعلیم مین شریک ہوتے تھے، اور کامیاب ہو کر واپس جاتے تھے،
افسوس کہ یہ سرچشمۂ فیض اب ہمیشہ کے لیے خشک ہو گیا "رحمۃ اللہ وسیاً کاتہ" تاریخ وفات جس نے نکالی ہے اس
سنہ ۱۳۴۷ھ
پر بھی خدا کی رحمت، رحمۃ اللہ و برکاتہ علیہ،

مرحوم کی بعض فلسفیانہ تصنیفات شائع ہوئی ہین، مشہور تصانیف حسب ذیل ہین، انہار اربعہ، تصوف میں
القول الضابط فی تحقیق الوجود الرابط، امام الکلام فی تحقیق الاجسام، فلسفہ مین، حاشیہ بر حاشیہ خیرآبادی بر حاشیہ زاہد
مواقف، کلام مین، حاشیہ بر جامع ترمذی حدیث مین، مرحوم نہ صرف اپنے علم و فضل مین بلکہ اپنے محاسن اخلاق مین بھی
پرانے بزرگون کی شان رکھتے تھے، کتب بینی کا یہ عالم تھا کہ وہ رات بھی جسمین ان کی وفات ہوئی، مطالعہ سے نا غہ نہ گیا،
نوجوان دنیا ان بوڑھے بزرگون کی نظیر و مثال پیدا نہ کر سکے گی،

ہندوستان مین مردہ کتب خانے تو ہزارون ہین، اور ایسے نیم مردہ بھی چند ہین جنمین کبھی کبھی جان آجاتی ہے
یعنی زمانۂ دراز کے بعد اس مین ایک آدھ نئی کتاب بھی آجاتی ہے، مگر ہندوستان بھر مین ہمین صرف دو زندہ کتبخانے
نظر آتے ہین، جنکی زندگی کا ہر سال اپنی حیات کا نیا ثبوت پیش کرتا ہے، جنکے مالکون کو صرف اپنے بزرگون کے
تبرکات پر قناعت نہین ہے، بلکہ وہ خود اپنے دست و بازو سے بھی کچھ نہ کچھ کما کر سرمایہ مین اضافہ کرتے ہین،
ایک کتبخانہ حبیب گنج علی گڈھ (نواب صدر یار جنگ شروانی) اور دوسرا کتبخانہ پیر جھنڈا (حیدرآباد سندھ)

حیدرآباد سندھ کے اس نادر الوقت کتبخانہ کا حال لوگون کو بہت کم معلوم ہے، عنقریب اس کے حالات معارف
مین شائع ہونگے، یہ کتب خانہ علم و تصوف کے ایک جامع خاندان کی ملکیت ہے، موجودہ سجادہ نشین کا نام
حضرت پیر احسان اللہ صاحب ہے، ممدوح اپنے کتبخانہ کے اضافہ و تکمیل مین ہمہ تن مصروف رہتے ہین،
زیادہ تر علم حدیث اور متعلقات حدیث و رجال کی کتابین اس کتب خانہ مین ہین، ابھی حال مین اس کتبخانہ
مین چند نئی قلمی نادر الوجود کتابون کا اضافہ ہوا ہے، خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد کی مکمل جلدین (۱۰ جلدین)
عکسی تصویر کے ذریعہ سے نقل ہو کر منگوائی گئی ہین، جس پر تقریباً پندرہ سو روپے لاگت آئی ہے، حافظ ابونعیم
اصفہانی کی تاریخ اصفہان اکسفورڈ یونیورسٹی سے اسی طرح عکس لیکر منگوائی ہے، تین سو روپیے اس پر خرچ
ہوئے ہین، دمشق کے کتب خانۂ قبۃ الملک الظاہر مین حافظ عقیلی کی کتاب الضعفاء الکبیر کا نسخہ ہے، وہان
سے اس کی نقل بھی حاصل کر لی ہے، کیا ایسے کتب خانہ کو زندہ کتبخانہ نہین کہہ سکتے؟

ایک دوست بھڑوچ (گجرات) سے اطلاع دیتے ہین کہ جرمنی کے مشرقی کتب خانہ مین متون حدیث
کا نادر ذخیرہ موجود ہے، جن کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ کتابین عموماً مشاہیر محدثین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی
ہین، مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، طبرانی کی معجم صغیر و اوسط و کبیر، اور مستدرک حاکم حافظ ذہبی کے دست

خاص کی تحریر ہے، مسند کبیر امام بخاری علامہ ابن تیمیہ کے قلم سے، مسند ابو یعلی موصلی علامہ شوکانی کی لکھی ہوئی، بغوی کی شرح السنہ خود مصنف کے ہاتھ کی، یقیناً یہ جواہر جس خزانہ مین ہین اوس کی گران قیمتی کا اندازہ نہین لگایا جاسکتا،

پچھلے پرچہ مین طبقات ابن سعد کی جس نوین جلد کا ذکر کیا گیا تھا، وہ لندن سے آگئی، گمان تھا کہ یہ اصل کتاب کے متن کا کوئی ٹکڑا ہوگا، مگر یہ صرف آٹھ پہلی جلدون کی فہرست واشارات ہین، ڈاکٹر سخاؤ کی کوشش سے مرتب ہوئے ہین، یہ جلد دو حصون پر منقسم ہے، پہلے حصہ مین ان لوگون کے مرتب بحروف تہجی نامون کی فہرست مع حوالۂ صفحات ہین، اور دوسرے حصہ مین ان احادیث نبوی، آیات قرآنی، اور اشعار کے مصرعون اور مقامات اور قبائل کے نامون کی فہرست ہے، جو ان آٹھ جلدون مین جابجا آے ہین، پہلا حصہ سنہ ۱۳۲۹ھ مین نکلا تھا، اور دوسرا حصہ نو برس کے بعد اب ۱۳۳۸ھ مین چھپا ہے،

زمانہ کے انقلابات کی حد وپایان نہ تب تھی، نہ اب ہے، کس کو خیال ہوسکتا تھا کہ کوئی عرب، ہندوستان سے، کوئی مذہبی پرچہ، اور پھر انگریزی زبان مین نکالے گا، بمبئی سے ایک انگریزی دان عرب صاحب نے "دی مسیج" (پیغام ربانی) کے نام سے نکالنا شروع کیا ہے، جو اسلامی، علمی، دینی، اخلاقی، فلسفی اور اقتصادی مقاصد پر مشتمل ہے، جو ہندوستان، عرب، خلیج فارس، عراق اور فلسطین کے درمیان سلسلۂ اتحاد اور رابطۂ محبت بننے کا مدعی ہے، مگر یہ سمجھ مین نہین آتا کہ اتحاد ومحبت کی یہ زنجیر، صرف قیدی غلامون ہی کے لیے خاص طور سے کیون تیار کیگئی ہے، قیمت ے، پتہ:۔ دلخوش منزل، قلعہ، پلٹن روڈ بمبئی،

وہ شاعر جس نے کہا تھا،

نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا ۔۔۔ گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی

اگر اس کو معلوم ہوتا کہ اس کے بعد اس کے اس "ڈیڑھ جزو دیوان" کی جسپر اس کے معاصرین نے مقطع ومطلع غائب کا طعنہ دیا تھا، آیندہ کیا قدر ہونے والی ہے، تو شاید اس کی مسرت اور شادمانی کا نشہ اس کے منھ سے ودیا کیا مست شعر نکلوالیتا، اس کے بعد اس کے عمدہ سے عمدہ اڈیشن شائع ہوئے، ہر قسم کی متعدد شرحین لکھی گئین، اس کے فلسفیانہ اور سیاسی مقدمے تحریر کئے گئے، اس کا اصلی بڑا دیوان ایک قدرشناس والیِ ملک کی دن سے شائع ہوا، اور ہر کس وناکس خواہ وہ غالب کو سمجھ سکتا ہو یا نہ سمجھ سکتا ہو، اس کا نام لینا اور اس کے دیوان کو اپنے پاس رکھنا اپنی خوش مذاقی کی سند سمجھتا ہے، لیکن اب اس کی قدردانی نے ایک اور نیا رنگ بدلا ہے، جناب چغتائی جنھون نے فنِ تصویر کشی مین نیا آب ورنگ پیدا کیا، اور مغلون کے مردہ فن کو نئے سرے سے زندہ کیا ہے، انھون نے دیوانِ غالب کی نقش آرائی کی ہے، اور اس اہتمام سے کی ہے کہ سنا ہے کہ ہندوستان کی غالب کی قدردانی، یورپ کے خیام کی قدردانی کو شکست دیدیگی، طلائی نقش ونگار، خوشنما جدولین، مطلا مراکو چمڑے کی ولایت کی بنی ہوئی جلد، پانچ رنگون کے چھپے ہوئے پچاس مرقع، جو یورپ کے مشہور کارخانہ مین بنے ہین، پورے پورے صفحون کی تصویرین، اور اس طرح غالب کے تمام معانی ومطالب کی کاغذ پر ایسی تصویر کھینچ دی ہے، کہ دیوانِ غالب کا پہلا شعر اس کا مطلع بنگیا ہے،

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا

کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

ان ظاہری خوبیون کے ساتھ معنوی خوبی یہ ہے کہ مشرق کے ایک مغربی قدردان ڈاکٹر جیمس ایچ کازنس ڈی لٹ نے اس پر تعارف نامہ، اور ڈاکٹر اقبال نے سرنامہ لکھا ہے، اور غالب کے اشعار کا انتخاب کیا ہے، امید کہ بادۂ فن کے متوالے اس پرانی شراب کو نئے طلائی جام مین دیکھکر خوش ہون گے، اور شعرا کے حسن سخن کے نئے مذاق کے قدردان اسکی پوری قدر کرینگے، اسکی قیمت فی نسخہ ایک سو دس روپیہ مقرر ہوئی ہے، پتہ:۔ جناب عبدالرحمن صاحب چغتائی، چابک سواران لاہور،

ترکی مین عربی حروف کے بجاے لاطینی حروف کے اجرا کی تحریک چھ سات برس سے مسلسل ہو رہی ہے، ا[illegible]
گذشتہ مہینہ اس تحریک نے خیال سے بڑھکر عمل کی صورت اختیار کرلی، اور خود مصطفیٰ کمال پاشا ان حروف کے [illegible]
کی حیثیت سے ظاہر ہوے، خط کا تغیر مذہبی حیثیت سے کوئی اہمیت نہین رکھتا، لیکن تاریخی اور تمدنی حیثیت سے
بے انتہا اہم ہے، ابھی تو نہین، اس تغیر کی اہمیت کا اندازہ سو برس کے بعد ہوگا جب موجودہ "عربی ترکی خط" کا کوئی
پڑھنے والا زندہ نہ رہیگا، اس وقت اس کے صاف معنی یہ ہونگے کہ ایک نئی ترکی قوم پیدا ہوئی ہے، جس کا کوئی
تعلق اس کے قدیم ادبیات، قدیم تاریخ قدیم تمدن سے مطلق باقی نہ رہیگا، حالانکہ فلسفۂ اقوام کے ماہرین کے نزدیک
قومون کی تاریخ مین قدیم بھی اتنا ہی اہم ہے، جتنا جدید، اگر کوئی قوم جدید کی فکر مین اپنے قدیم سے دست بردار ہوجا[ئے]
تو وہ قوم باقی نہ رہے گی، بلکہ ایک دوسری قوم بنجائے گی، تیز رفتار شہسوار اگر اپنی تیز رفتاری کی دھن مین راستہ
کی پہاڑی، اور کھائی اور نشیب و فراز پر نظر نہین ڈالتا تو اس کا کہین نہ کہین گرجانا یقینی ہے، اس وقت ترکی کے [illegible]
رہنما اگر باقی رہین گے تو انھین نظر آئے گا، کہ جس "ترکی قومیت" کی تعمیر کی خاطر انھون نے سب کچھ کیا، اسی کا [illegible]
ہٹکر، کوئی دوسرا ہیولا بنگیا،

اس ڈر کی کوئی وجہ نہین کہ اسلام لاطینی حروف کی تاب نہ لاسکے گا، اور اس ملک سے وہ فنا ہوجائیگا، اگر
چینی مسلمان، چینی رسم خط، جاوی مسلمان جاوی رسم خط کے سبب سے، اور خود ہندوستان مین مختلف صوبون کے مسلمان
ہندی، بنگلہ، مرہٹی، گجراتی، تامل، اور کنٹری رسم خط مین لکھنے پڑھنے والے مسلمان اسلام سے خارج نہین ہوگئے، تو لاطینی حروف مین لکھنے پڑھنے والے مسلمان اسلام سے
باہر کیون ہوجائینگے لیکن اسکا جو نتیجہ ہوگا وہ یہ ہوگا کہ دنیائے مین ترکی کی مرکزی حیثیت قائم نہ رہے گی، اور وہ بھی چینی، جاوی،
مسلمانون کی طرح ایک معمولی قوم ہوکر رہ جائینگے، اور ان کے حالات، معاملات اور سوانح سے مسلمانون کو عام
بیگانگی اور بیخبری ہوجائے گی، اس کا سلسلہ اپنون سے تو بہرحال ٹوٹ جائے گا، لیکن آیا غیر اسکو اپنے سے جو[ڑ]
لینگے یا نہین؟ یہ بہت مشتبہ ہے،

افغانستان مین شاہ افغانستان کی سیاحت سے واپسی کے بعد جو اہم تغیرات رونما ہو رہے ہین، ان کے
معنی یہ ہین کہ بالآخر افغانستان کی پہاڑیان بھی زمانہ کے سیلاب کی تاب نہ لاسکین، اور وہ بھی اسی بہاؤ
مین بہہ نکلین، جس مین ترکی پہلے سے بہ چلی تھی، گو ہم کو اب بھی اس ملک کے ناخدا سے امید ہے کہ وہ افغانی
قوم کے سفینۂ حیات کے لیے بالآخر کوئی "کوہ جودی" تلاش کرے گا، مگر شرط یہ ہے کہ "روشنی کی منارہ" پر پیش
نظر رہے اور کشتی کی سکان غلط سمت مین حرکت نہ کرے،

افغانستان کے قدیم الخیال ملاؤن کی گرفتاری کی بھی خبرین ہین مگر شاید سلبی علاج افغان قوم کے مفید
مزاج نہ پڑے، ضرورت ملاؤن کی گرفتاری کی نہین، آزادی کی ہے، ہماری پرانی تربیت و تعلیم کے نتیجے تو ایسے
ہی نکلین گے، البتہ اگر افغانستان جدید طرز تعلیم اور ترقی یافتہ نصاب تعلیم کے مطابق کوئی مذہبی درسگاہ قائم کرے
تو جدید و قدیم کی تطبیق کے لیے اوس کو قید و زنجیر اور دار و رسن کی حاجت نہ پیش آئے، جس طرح وہ آج نئے
جنرل، نئے انجنیر، نئے ڈاکٹر بنا رہا ہے اور پیدا کر رہا ہے، ضرورت ہے کہ وہ نئے ملا اور نئے عالم بھی پیدا کرے
جن کی مذہبی تعلیم صرف خلاصہ کیدانی اور تاتارخانی کی نہ ہو، بلکہ اصل اصول شریعت اور علوم قرآن و سنت کی [illegible]

یہ سنکر خوشی ہوئی کہ بدایون کی پرانی درسگاہ کی دیوارین بھی بدل گئین اور مہینہ کے وسط
ہفتہ مین نواب صدر یار جنگ شیروانی کے زیر صدارت جلسہ ہوا، مختلف خیال کے علمار جمع ہوئے، ایک نیا نصاب
تجویز ہوا، پرانی کتابون مین ردو بدل کیا گیا، اور اس طرح بالآخر یہ "نہین نہین" بھی "ہان" سے بدل گئی،
للہ الحمد میان من داو صلح فتاد،

مقالات

معتزلہ اپنی اصلی شکل مین،

کتاب الانتصار

از مولانا عبد السلام ندوی

علم کلام کی متداول کتابون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معتزلہ اور اہل السنۃ والجماعۃ باہم حریف مقابل ہین، اور ان مین مدتون معرکۂ کارزار گرم رہا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ معتزلہ کا گروہ اہل سنت والجماعۃ سے بہت کم معرکہ آرا ہوا ہے، بلکہ اس نے غیر مذاہب کے مقابلہ مین ہمیشہ اسلام کی طرف سے مدافعت کی ہے، اور انھی گمراہ فرقون سے ہمیشہ اس کی جنگ قائم رہی ہے ملل ونحل کی کتابون مین ان کے بیسیون مناظرات مذکور ہین، جو انھون نے یہودیون، عیسائیون، مجوسیون، دہریون، اور اسی قسم کے متعدد فرقون سے کئے ہین، اور ان کے جو اصول وعقائد نہایت نامکمل صورت مین ہمارے علم کلام کی کتابون مین مذکور ہین، ان کا اکثر حصہ انھی مناظرات ومجادلات سے ماخوذ ہے، لیکن کسی کتاب مین، ان کا ایک مناظرہ بھی ایسا نقل نہین کیا گیا ہے، جس کو انھون نے کسی محدث یا فقیہ کے ساتھ کیا ہو، بلکہ زیادہ تر ان کا مقابلہ روافض کے ساتھ رہا ہے، جو خود اہلسنت والجماعت کے حریف ہین،

تاریخی شہادتون سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر جن ملکون مین پھیلا ان مین عیسائی، یہود، ثنویہ، مانویہ، دیصانیہ، مرقیونیہ، دہریہ، سمنیہ، وغیرہ بہ کثرت فرقے موجود تھے، بالخصوص عراق مانوی فرقہ کا نہایت قدیم مرکز تھا، اسلام اگرچہ ملکی اور سیاسی طاقت سے ان سب کو اپنا حلقہ بگوش بنا چکا تھا، لیکن دماغی اور عقلی حیثیت سے وہ اس کی غلامی کے قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے، کیونکہ ان فرقون کے مذہبی عقائد فلسفیانہ

ومنطقیانہ اصول کے مطابق مدون ومرتب کئے گئے تھے، لیکن اسلام اب تک دنیا کے سامنے اپنے سادہ اصول وعقائد کو پیش کر رہا تھا، اور محدثین وفقہار فلسفیانہ نقد وبحث سے ناآشنا تھے، اسلئے جو فرقے ایک مدت سے فلسفیانہ ومنطقیانہ موشگافیون کے خوگر ہو چکے تھے، ان کے مقابلے مین وہ معرکہ آرا نہین ہو سکتے تھے، اس پر طرہ یہ ہوا کہ ان مذاہب کے متبعین مین سے بہ کثرت لوگون نے اسلام قبول کیا، اور یہ درحقیقت اسلام کی ایک نہایت نمایان فتح تھی، لیکن بدقسمتی سے انکا اسلام اہل عرب کے سادہ اسلام سے بالکل مختلف تھا۔ اور جو احساسات وخیالات ابتدا ہی سے ان کے دل ودماغ مین سرایت کر چکے تھے، وہ اسلام لانے کے بعد بھی قائم رہے، اس لیے اسلام مین ایک ایسی جماعت کا اضافہ ہوا جو اگرچہ بظاہر مسلمان تھی، لیکن اس کے احساسات وخیالات اسلام کے سادہ اصول وعقائد سے میل نہین کھاتے تھے، بالخصوص شیعون کا گروہ فرقہ ثنویہ کے عقائد سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا چنانچہ ثنویہ کی تقلید تجسیم نے دور اول ہی مین شیعون کے یہان تجسیم ائمہ کی شکل اختیار کر لی اور اس فرقہ مین متعدد لوگ ایسے پیدا ہو گئے جنکی نسبت مورخین نے تصریح کی ہے کہ وہ رفض اور زندقہ دونون کا مجموعہ تھے، اور زندقہ بعینہٖ ثنویہ مذہب کا دوسرا نام ہے اس بنا پر مدافعت اسلام کے سلسلے مین معتزلہ نے روافض وملاحدہ کو خصوصیت کے ساتھ اپنا حریف قرار دیا، اور ان کے ساتھ بکثرت مناظرے کئے چنانچہ معتزلہ کے اصول پنجگانہ مین سے پہلا اصول توحید ہے (یعنی یہ کہ خدا ایک ہے کسی حیثیت سے اس کا کوئی شریک نہین، اسکی ذات مین کسی قسم کی کثرت نہین، وہ جسم کا خالق ہے خود جسم نہین ہے، تمام چیزون کا پیدا کرنے والا ہے، وہ کسی چیز سے مشابہت نہین رکھتا، وہ مخلوق سے برتر ہے، اور دنیا وآخرت مین آنکھون سے نظر نہین آسکتا) جو صرف فرقہ مجسمہ کی تردید کے لیے قائم کیا گیا ہے، کیونکہ اس وقت اسلام مین عقیدہ تجسیم متعدد راستون سے داخل ہو رہا تھا، ایک طرف تو غالی شیعون کا ایک گروہ تھا جو خداوند تعالیٰ کو مجسم اور صاحب اعضار تسلیم کرتا تھا، دوسری طرف بہت سے اہل حدیث واہل روایت نے اس قسم کی حدیثین وضع کر لی تھین، جن سے خالق ومخلوق کے عوارض واوصاف مین بہت کچھ مشابہت وہمرنگی پیدا ہو گئی تھی، بالخصوص ان مجسمہ مین سب سے زیادہ ممتاز شخص مقاتل ابن سلیمان تھا، جو واصل بن عطار اور عمرو بن عبید کا ہمعصر تھا، اس بنا پر واصل نے اس عقیدہ کی تردید مین ناگزیر طور پر خداوند تعالیٰ کے ایسے اوصاف قرار دیے جنھین جسمانیت

وما دیت کا مطلق شائبہ نہ تھا، معتزلہ نے صرف روافض وملاحدہ کی تردید پر قناعت نہین کی بلکہ شیعی مذہب جس پانی سے
سیراب ہو رہا تھا اس کے سرچشمے بھی بند کرنے کی کوشش کی اور براہ راست فرقہ ثنویہ، دیصانیہ اور دہریہ وغیرہ پر حملے
کیئے اور نہایت ثابت قدمی کے ساتھ ان کے مقابلے مین سینہ سپر ہوئے، چنانچہ واصل بن عطار، عمرو بن عبید، ابو ہذیل
علاف اور نظام نے ان فرقون سے بہ کثرت مناظرات کئے، اور ان مناظرات مین اس قدر کامیابی حاصل کی کہ ان
مین سے بہت سے لوگون کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا،

اس تفصیل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ معتزلہ نے سخت مذہبی کشمکش کے زمانے مین اسلام کی حمایت کی ہے اور
جس طرح عیسائیت کے ابتدائی زمانے مین عیسائیون کی ایک ممتاز جماعت نے فلاسفہ وثنیین سے مناظرات کرکے
علم لاہوت کی بنیاد قائم کی تھی، بعینہ اسی طرح معتزلہ نے اسلام مین علم کلام کو ایجاد کیا، لیکن بدقسمتی سے ایسے اسباب
پیدا ہو گئے، کہ خود معتزلہ کا گروہ ملحد وزندیق قرار دیا گیا، اور اہل سنت والجماعت نے خود ان کو اپنے اعتراضات
کا آماجگاہ بنا لیا، کیونکہ

(۱) اولاً تو جو شخص کسی سے معرکہ آرا ہوتا ہے، اس کو فوجی حیثیت سے خود اپنے فریق کے بہت سے اصول وقواعد
اور شرائط وحالات کا پابند ہونا پڑتا ہے، اس بنا پر اس کے قالب مین بھی وہی روح سرایت کر جاتی ہے، جو اس کے
حریف کے قالب مین موجود ہے، یہ اصول صرف مادی جنگ کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ وہ افکار وخیالات کی جنگ
مین بھی بعینہ قائم رہتا ہے، اس لیے افکار وآرار کی تولید مین دشمن کا اثر حلیف کے اثر سے کچھ کم نمایان نہین ہوتا
یہان تک کہ جب حنبلی مذہب کی ایک جماعت نے ملاحدہ کی تردید کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تو بعض حنبلیون
نے یہ شکایت کی کہ، یہ لوگ خود الحاد سے قریب تر ہو گئے، معتزلہ نے بھی بہت سے گمراہ فرقون سے مناظرات
ومجادلات کئے، اس لیے قدرتی طور پر ان پر بھی ان کا اثر پڑا اور ان کے اصول وعقاید بھی جادۂ اعتدال سے
منحرف ہو گئے اور اسی بے راہ روی نے محدثین وفقہار کو ان کا مخالف بنا دیا،

(۲) ثانیاً یہ کہ اعتزال کی ابتدار ہی ایک ایسے مسئلہ سے ہوئی، جس نے معتزلہ کو اہل سنت والجماعت کا

حریف مقابل بنا دیا، کیونکہ جس زمانے مین اعتزال کی ابتدا ہوئی اس مین گناہ کبیرہ کے متعلق سخت اختلاف پیدا ہو گیا
تھا، مرجئہ کا گروہ اس کے مرتکب کو مومن قرار دیتا تھا، خوارج اس کو کافر کہتے تھے، اور حسن بصری کے نزدیک وہ
منافق تھا، واصل بن عطار نے ان سب سے الگ ہو کر یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ فاسق ہے، اور اس کی حالت کافر
ومومن سے بالکل الگ ہے، یہی مسئلہ ہے جو عقائد کی کتابون مین "منزلۃ بین المنزلتین" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے
اور اسی مسئلہ سے علحدگی اعتزال کی ابتدا ہوئی اور اسی کی بنا پر ان کا نام معتزلہ پڑا، اگرچہ عام طور پر یہ مشہور ہے کہ
اعتزال کے معنی علحدگی کے ہین، اور چونکہ معتزلہ نے حسن بصری کی مجلس سے علیحدگی اختیار کی تھی اس لیے وہ اس لقب
سے مشہور ہو گئے، لیکن صحیح یہ ہے کہ چونکہ معتزلہ کا یہ عقیدہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر و مومن دونون سے علیحدہ
حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اس کا نام معتزلہ پڑ گیا، بہرحال چونکہ اعتزال کی ابتدار خود اہلسنت والجماعت کے اختلاف
سے ہوئی تھی اس لیے وہ ان کا حریف قرار دیا گیا،

(۳) ثالثاً یہ کہ اعتزال نے اصلی نشو ونما خلافت عباسیہ کے ابتدائی زمانہ بالخصوص مامون، معتصم اور واثق کے عہد
مین پائی، کیونکہ یہ تینون خلفار ان کی انتہائی عزت کرتے تھے، اور دوسرے علمار پر ان کو ترجیح دیتے تھے، بالخصوص معتزلہ
کے ایک ممتاز فرد یعنی قاضی احمد بن ابی دواد کو ان خلفار کے دربارون مین نہایت رسوخ حاصل تھا، اس لئے ان ایام
مین معتزلہ نے نہایت با اقتدار زندگی بسر کی، اور اس اقتدار کے نشے مین چور ہو کر اپنے مخالفین پر بہت سے مظالم
کئے، یہان تک کہ اہلحدیث کا مقدس فرقہ بھی مسئلہ خلق قرآن کی بنا پر ان کی وجہ سے سخت ابتلار وامتحان مین مبتلا
ہو گیا، لیکن واثق کی وفات کے بعد جب متوکل تخت خلافت پر بیٹھا، تو اس نے معتزلہ کو نہایت ناپسندیدگی کی نگاہ سے
دیکھا، اور اس شاہانہ کم نگہی کے ساتھ ان کے اقتدار مین بھی کمی آ گئی، اب موقع پا کر ان کے مخالفین نے قدیم مظالم
کا انتقام لینا چاہا، اور ان کے پرانے دشمن روافض کے ساتھ اہلسنت واہلحدیث نے بھی ان پر حملے شروع کر دیئے اور
اب وہ، روافض کے ساتھ اہلسنت واہلحدیث کے بھی حریف مقابل ہو گئے، اور اس عام بغض وعداوت سے دو
خطرناک نتائج پیدا ہوئے،

(۱) ایک تو یہ کہ جب شیعون کے ساتھ اہلسنت اور اہلحدیث بھی معتزلہ کے دشمن ہوگئے، تو شیعون نے معتزلہ پر جو غلط الزامات لگائے تھے، خود اہلسنت واہلحدیث نے بھی بغیر تحقیق وتنقید کے ان کو تسلیم کر لیا، کیونکہ جب دو حریف متفق طور پر کسی تیسرے فریق کے دشمن ہو جاتے ہین تو یہ اتفاق ان کو ہم آہنگ بنا دیتا ہے، اس بنا پر علم کلام اور ملل ونحل کی کتابون مین اہلسنت واہل حدیث نے جو اعتراضات معتزلہ پر کئے ہین وہ درحقیقت روافض وملاحدہ ہی کے اعتراضات کی آواز باز گشت ہے،

(۲) دوسرے یہ کہ معتزلہ کے دور تنزل مین ان کے ساتھ ان کی تمام تصنیفات بھی فنا ہوگئین، بلکہ قصداً برباد کر دیگئین، کیونکہ اس عالمگیر بغض وعداوت کی وجہ سے ان کا کوئی قدردان نہ تھا، بلکہ وہ نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، ایسی حالت مین ان کی کتابون کا دیکھنا اور پڑھنا کون گوارا کر سکتا تھا،

لیکن آج جب کہ نقد وبحث کے نئے نئے سامان مہیا ہوتے جاتے ہین اور تمام علوم وفنون کے متعلق نئے نئے نظریے قائم کیے جا رہے ہین، ہم کو معتزلہ کے اصول وعقائد کی جانچ پڑتال بھی نئے سرے سے کرنی چاہیئے، کیونکہ کسی علمی یا مذہبی گروہ پر نقد وبحث کرنے کے لیے سب سے مقدم شرط یہ ہے کہ اس کے افکار وخیالات اصول وعقائد اور مقاصد واعمال کو نہایت صحت واحتیاط کے ساتھ بیان کیا جائے، اور جس زمانے اور جن حالات مین اس نے یہ خیالات ظاہر کئے ہین، انکی تمام خصوصیات پیش نظر رکھی جائین اور اس حالت مین ایک نقاد کی حیثیت بالکل ایک وکیل کی ہو جاتی ہے، جو عدالت مین ایک ملزم کی طرف سے مدافعت کرتا ہے، اور بحیثیت وکیل کے اولاً تو اس کے جرائم ہی کو تسلیم نہین کرتا، اور اگر تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے تو مقاصد ومحرکات اور نیت اور ماحول غرض تمام موثرات کو پیش نظر رکھ کر ملزم کو ان کے ارتکاب پر معذور قرار دیتا ہے۔

(۲) ان افکار وخیالات کی تصحیح وتوضیح کے بعد نقد وبحث کی نوبت آتی ہے، اور صحیح وسقیم حق وباطل اور نیک وبد کے پرکھنے کا موقع حاصل ہوتا ہے، اور اس حالت مین ناقد کی حیثیت بالکل ایک جج کی ہوتی ہے، جو سب سے پہلے صحیح طور پر واقعات مقدمہ کے معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے بعد ان واقعات کو پیش نظر رکھکر اپنا آخری

فیصلہ صادر کرتا ہے،

معتزلہ کے اصول وعقائد پر بھی ہم کو اسی حیثیت سے نقد وبحث کرنا ہے لیکن بدقسمتی سے اس معاملہ مین پہلی شرط بالکل مفقود ہے، کیونکہ معتزلہ کی تمام قدیم تصانیف ان کے دشمنون کی بے توجہی سے برباد ہوگئین بلکہ قصداً برباد کر دی گئین، ایسی حالت مین ان کے اصول وعقائد کے متعلق صحیح معلومات کے حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ موجود نہین، علم کلام اور ملل ونحل کی کتابون مین بے شبہ ان کے عقائد وخیالات نہایت تفصیل کے ساتھ مذکور ہین، لیکن وہ تمامتر ان کے دشمنون یعنی روافض وملاحدہ کی کتابون سے نقل کیے گئے ہین جن پر کسی طرح اعتماد نہین کیا جا سکتا، لیکن خوش قسمتی سے کتاب الانتصار نے ہمارے لیے معتزلہ کے متعلق معلومات کا بیش بہا ذخیرہ مہیا کر دیا ہے، جن کو پیش نظر رکھکر ہم معتزلہ کے عقائد وخیالات پر نہایت صحت کے ساتھ نقد وبحث کر سکتے ہین لیکن اس سے پہلے ہم کو خود اس کتاب کے تاریخی حالات بیان کر دینے چاہئین جو کسی قدر دلچسپ ہین،

یہ کتاب ابو الحسین عبدالرحیم بن محمد بن عثمان الخیاط کی تصنیف ہے، جو غالباً تیسری صدی کا معتزلی عالم ہے، اور اس کا شمار اکابر معتزلہ بغداد مین کیا جاتا ہے، متکلمین کے اختلافات، ان کے آرار ومذاہب اور سوانح وحالات کے متعلق اس کو نہایت وسیع معلومات حاصل نہین، اور اس حیثیت سے اس کی تصنیفات نے علماء کے گروہ مین نہایت شہرت حاصل کی تھی، اس کی تصنیفات کا بیشتر حصہ مشہور ملحد ابن الراوندی کے رد مین ہے، اور کتاب الانتصار بھی اسی کی ایک کتاب "فضیحۃ المعتزلہ" کا جو جاحظ کی کتاب "فضیلۃ المعتزلہ" کی تردید مین لکھی گئی تھی، جواب ہے، افسوس ہے کہ جاحظ کی کتاب فضیلۃ المعتزلہ آج ناپید ہے، لیکن جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، اس مین صرف معتزلہ کے فضائل ومناقب ہی مذکور نہین تھے بلکہ وہ خصوصیت کے ساتھ شیعون کی تردید مین لکھی گئی تھی، اس بنا پر احمد بن یحییٰ الراوندی نے اس کے رد مین "فضیحۃ المعتزلہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس مین اسی تفصیل کے ساتھ معتزلہ کے تمام اکابر واعیان پر اعتراضات کئے، جس تفصیل کے ساتھ جاحظ نے شیعون پر اعتراضات کئے تھے، خیاط نے کتاب الانتصار مین انہی اعتراضات کا جواب دیا ہے، اور انہی جوابات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ معتزلہ کا اصل مذہب کیا تھا؟ اور اس کو

ہمارے سامنے کس مسخ شدہ صورت مین پیش کیا گیا ہے،

افسوس ہے کہ آج "فضیلۃ المعتزلہ" اور "فضیحۃ المعتزلہ" دونون کتابین صفحۂ ہستی سے ناپید ہوگئی ہین لیکن جس قدر یہ دونون کتابین گمنام ہین اسی قدر ان کے مصنفین کے نام شہرت رکھتے ہین، بالخصوص روانذی کی شہرت کے ساتھ کچھ دلچسپ بھی ہے، اس کا پورا نام ابوالحسین احمد بن یحیٰی بن اسحاق ہے وہ راوند کا رہنے والا جو اصبہان کے اطراف مین قاسان کے مضافات مین سے ایک گاؤن کا نام ہے، اور اسی وجہ سے وہ راوندی کے لقب سے مشہور ہے، لیکن بغداد مین قیام اختیار کر لیا تھا، ابتدا مین اکابر معتزلہ مین شمار کیا جاتا تھا، اور خود معتزلہ علم و فضل کے قائل تھے، چنانچہ ابوالقاسم بلخی کعبی جو بہت بڑا معتزلی متکلم اور خیاط کا شاگرد ہے لکھتا ہے کہ وہ متکلمین مین تھا، اور اس کے زمانہ مین کوئی شخص اس سے زیادہ علم کلام کا ماہر نہ تھا، وہ علم و فضل کے ساتھ اول اول نہایت نیک سیرت، خوش عقیدہ اور باحیا، تھا" لیکن بعض کو معلوم نہین کیا اسباب پیش آئے کہ ملحد و زندیق ہوگیا، بعض لوگ کہتے ہین کہ جاہ و ثروت کی طمع نے اس کو الحاد کی طرف مائل کیا، اور بعض لوگون کے نزدیک فقر و فاقہ نے اس کو اس پر مجبور کیا، اور اس کی یہ حالت ہوگئی کہ مخالفین اسلام مین جو شخص اس کو کچھ دے دیتا تھا اس کے لیے اسلام کی مخالفت مین ایک کتاب لکھ دیتا تھا، چنانچہ شیعون کے لیے کتاب الامامہ لکھی تو ان سے ۳۰ اشرفیان معاوضے مین لین، بہر حال اس کے الحاد کا سبب جو کچھ بھی ہو لیکن وہ کفر و اسلام دونون حالتون مین بہت بڑا مصنف تھا اور اپنی تمام عمر تصنیف و تالیف مین بسر کی، چنانچہ علامہ ابن خلکان نے اس کی تصنیفات کی تعداد ۱۱۴ بتائی ہے، جن مین ایک تو وہ کتابین ہین، جنکو اس نے اپنے عہد اعتزال مین معتزلہ کے عقائد و خیالات کے مطابق لکھا ہے، چنانچہ ان کے نام حسب ذیل ہین،

(۱) کتاب الاسماء والاحکام،

(۲) کتاب الابتداء والاعادہ

(۳) کتاب خلق القرآن،

(۴) کتاب البقاء والفناء

(۵) کتاب لاشی الاموجود،

(۶) کتاب الطبائع،

(۷) کتاب اللؤلؤۃ فی تناہی الحرکات،

دوسری وہ کتابین ہین جو اس نے ملحد ہونے کے بعد لکھین، اور ان کے نام یہ ہین

(۱) کتاب التقضیب:- اس کتاب مین اس نے یہ ثابت کیا ہے کہ خدا کو اشیاء کا جو علم ہوتا ہے وہ حادث اور خود اس کا پیدا کیا ہوا ہے،

(۲) کتاب التاج:- اس مین اس نے قدمِ عالم کا اثبات اور نبوت کا ابطال کیا ہے،

(۳) کتاب التعدیل والتجویر:- غالباً اسی کا نام عبث الحکمہ بھی ہے، اس مین اس نے یہ ثابت کیا ہے، کہ جب خدا اپنے بندون کو بیمار کرتا ہے، اور ایسے لوگون کو اطاعت کا حکم دیتا ہے جنکی نسبت اس کو معلوم ہے کہ وہ اطاعت نہ کرین گے اور کافرون اور گنہگارون کو ہمیشہ کے لیے دوزخ مین جھونک دیتا ہے، وہ سفیہ ہے نہ حکیم نہین،

(۴) کتاب الزمرد:- اس مین اس نے شریعت کا ابطال اور رسالت کا انکار کیا ہے،

(۵) کتاب الفرند:- اس مین صرف رسول اللہ صلعم پر اعتراضات کئے ہین،

(۶) کتاب الدامغ:- قرآن مجید کے رد مین ہے، اور اس نے یہ کتاب یہود کے لیے لکھی تھی،

(۷) کتاب البصیرۃ:- اسلام کی تردید مین ہے اور یہ کتاب بھی اس نے یہود کے لیے لکھی تھی،

(۸) کتاب الزینۃ،

(۹) کتاب اجتہاد الرائے،

معتزلہ جیسا کہ بار بار گذر چکا ہے ملاحدہ کے شدید ترین دشمن تھے، اس لیے جب ان کو راوندی کی ان

ملحدانہ تصنیفات کا حال معلوم ہوا تو انھون نے بادشاہ وقت سے اس کی شکایت کی اور اس خوف سے اس نے
فرقون کے دامن مین پناہ لینا شروع کی، اس نے یہود کے لیے جو کتابین لکھی تھین اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ انھون نے
اس کو پناہ دی تھی، اس خوف کے مارے اس نے ایک کتاب توحید پر بھی لکھی تھی تاکہ مسلمان بھی اس کو اچھی نگاہ
سے دیکھنے لگین، لیکن معتزلہ نے صرف سیاسی اور تعزیری طاقت پر اکتفا نہین کیا بلکہ خود اس کی کتابون کے رد
رد لکھے، چنانچہ ابو سہل نوبختی نے کتاب التعدیل والتجویر، اور کتاب اجتہاد الرائے کی تردید لکھی، ابو علی جبائی نے
کتاب الدامغ کا جواب لکھا، بالخصوص خیاط نے اس کی اکثر کتابون مثلاً کتاب القضیب کتاب التعدیل والتجویر کتاب
کتاب الفرند اور کتاب الدامغ کی تردید مین کتابین لکھین، جو آج سب کی سب ناپید ہین، صرف کتاب الانتصار
جو راوندی کی کتاب فضیحۃ المعتزلہ کی تردید مین اس نے لکھی تھی، خوش قسمتی سے گمنامی کے گوشہ سے نکل آئی ہے، اور معتزلہ
کی تصنیفات مین تنزیہہ القرآن عن المطاعن کے بعد، غالباً یہی ایک کتاب ہے جو مطبوعہ صورت مین ہم تک پہنچی ہے
اور عجیب وغریب مراحل طے کرکے پہنچی ہے،

معتزلہ کی تصنیفات کا اکثر حصہ تو ان کے دشمنون کی بے توجہی بلکہ بیدردی سے تباہ وبرباد ہو گیا، البتہ
جو بچا کھچا حصہ تھا، اس کے تحفظ کے تین ذریعے تھے،

(۱) زیدیہ مین جنکا مذہب معتزلہ کے مذہب سے قریب تر تھا، اس لیے انھون نے اور فرقون کی طرح ان کی
تصنیفات سے بے اعتنائی نہین کی،

(۲) عام علمار، کیونکہ معتزلہ کی تصنیفات علم کلام کے علاوہ اور بہت سے علوم کے مسائل پر مشتمل تھین، اسلیے
علمار نے انھین علوم کے مسائل کے لیے ان کو محفوظ رکھا،

(۳) حسن اتفاق، اور کتاب الانتصار کا مطبوعہ ایڈیشن جس نسخے سے تیار کیا گیا ہے، وہ اسی حسن اتفاق سے
صحیح وسلامت رہ کر ہم تک پہنچا ہے،

یہ ایک نہایت قدیم قلمی نسخہ ہے، جس کا سن کتابت خود کاتب نے کتاب کے اخیر مین ۶۲۳ھ لکھا ہے لیکن

خود کاتب کی شخصیت و وطنیت کا اس سے بالکل پتہ نہین چلتا ! البتہ ظن غالب یہی ہے کہ وہ شام کا رہنے والا تھا،
کیونکہ اپنی عمر کے اکثر حصے مین یہ کتاب شام مین محفوظ رہی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بنو ایوب مین کسی کے ہاتھ
لگا ہے، اور اس نے ساتوین صدی مین اس کو مدرسہ اتابکیہ پر وقف کر دیا ہے، چنانچہ کتاب کے پہلے صفحے پر جو
عبارت لکھی ہوئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے،

ملک معظم عضد الدین علاء الدولہ، بہاء الملۃ، تاج الامہ شاہ مغرب وشام نے اس کتاب کو مدرسہ
اتابکیہ معتمدیہ طہریۃ پر وقف کیا،

کیونکہ اتابک بنو ایوب ہی کے زمانے مین شام مین رہتے تھے، جس سے قیاس ہوتا ہے کہ اس نسخے نے
شام ہی مین اپنی عمر کا بیشتر حصہ گذارا ہے،

اس عبارت کے اخیر مین لکھا ہوا ہے کہ، یہ کتاب نہ کتب خانے سے باہر جا سکتی، نہ کسی کو مستعار دیجا سکتی،
نہ کسی پر ہبہ کیجا سکتی اور نہ کسی کے ہاتھ فروخت ہو سکتی، اس کا مطالعہ صرف فقہار اور مخصوص علمار کے لیے جائز ہے
کتاب کے اخیر صفحے پر یہ عبارت ہے،

محمد بن احمد بن محمد بن عبدالرحیم بن الصعیدی نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اور وہ یہ کہتا ہے کہ اس
کتاب سے احتراز کرنا چاہیے،

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس زمانے مین نہایت مبغوض تھی اور اس کا مطالعہ قابل احتراز خیال
کیا جاتا تھا، یہان تک کہ اس کی تحریر وکتابت سے چونکہ خود کاتب کی نسبت اعتزال کا شبہ ہوتا تھا، اس لیے اس کو
ان الفاظ مین اپنا برأت نامہ لکھنا پڑا،

اس کا کاتب محمد بن احمد بن الصعیدی الشافعی القرشی کہتا ہے، کہ اہلسنت والجماعت کا جو عقیدہ ہے
وہی اس کا بھی عقیدہ ہے، الحمد للہ،

لیکن ہر حکم پر عمل نہین کیا جاتا، اس نسخہ کے معاملے مین بھی صعیدی کے حکم کی خلاف ورزی کی گئی، اور

سناہر، عصا اپنے حجلہ سوسی سے نکل کر منصۂ عام پر آیا اور دسوین صدی کے علماے شام مین محمد طولون حنفی نے اس کو اپنی ملک
مین لے لیا، اس کے بعد یہ نسخہ علامہ طاہر جزائری کی ملک مین آیا جنھون نے سنہ ۱۳۳۸ھ مین بمقام دمشق وفات پائی، انھون نے
اہل مطابع سے اس کے طبع و اشاعت کی بھی خواہش کی لیکن کوئی مطبع اس کے چھاپنے پر آمادہ نہ ہوا، بالآخر سنہ ۱۹۱۰ء
مین کتب خانۂ مصریہ نے ان سے اس نسخہ کو خرید لیا، اور اس وقت سے اب تک یہ نسخہ وہین محفوظ ہے، اور جہان تک
ہم کو معلوم ہے، مشرق و مغرب مین اس کا کوئی دوسرا نسخہ موجود نہین ہے، اور جس کتاب کے مطالعہ کے متعلق اس قدر
قدغن کیگئی ہو، خود اس کا محفوظ رہنا ہی تعجب انگیز ہے، اس کی متعدد نقل تو ایک امر محال ہے،

اس نسخے سے کتاب کے اصلی نام کا ٹھیک پتہ نہین چلتا، نام تو خط جلی مین کتاب کے پہلے ہی صفحہ پر لکھا ہوا ہے
لیکن کسی نے اس کو مٹا دینا چاہا ہے، اس لیے اس کے بعض حروف مٹ گئے ہین، متاخرین مین سے کسی نے پنسل سے
اس کو نمایان کرنا چاہا ہے، لیکن اس تغیر سے وہ لفظ "اکتاف" ہو گیا ہے، جس کے کوئی معنی نہین، اصلی خط مین جو
نام لکھا ہوا ہے وہ "الفار" بھی ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ ابن مرتضیٰ کی کتاب مین اس کا نام بتصریح انتصار مذکور ہے،
اس لیے یہی زیادہ قابلِ اعتماد ہے،

(۱) اس کتاب کے پڑھنے سے معتزلہ کے علم و عمل، کے متعلق ہمارے خیالات مین عظیم الشان تغیر پیدا ہوتا
ہے، مثلاً عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ معتزلہ کا گروہ صرف فلسفہ و منطق کی تعلیم مین معروف رہتا تھا، اور اسکو
شرعی علوم و فنون کی طرف توجہ نہین تھی، لیکن اس کتاب سے علانیہ اس خیال کی تردید ہوتی ہے، چنانچہ ایک موقع پر
جعفر بن مبشر کے متعلق یہ مدحیہ الفاظ موجود ہین،

کلام، فقہ، حدیث، قرآن، نسک اور اجتہاد مین موافق و مخالف دونون اس کے رتبہ سے واقف ہین،
جس شخص نے فقہ اور کلام مین اس کی کتاب السنن والاحکام، کتاب الناسخ والمنسوخ، کتاب الطہارہ،
کتاب الاشربہ، کتاب الخراج، کتاب معرفۃ الحجۃ النحو وغیرہ کو پڑھا ہے، اس کو معلوم ہے کہ علم کلام، فقہ
حدیث اور قرآن مین وہ کس پایہ کا شخص تھا،

ابو مجالد کے متعلق یہ ریمارک ہے،

فقہ، علم و فضل، اور دعوتِ حق کے متعلق اس کو جو شہرت حاصل ہے، اس کے بیان کرنے کی بہت زیادہ ضرورت
نہین، ایک ایسے شخص کی نسبت جو حسن بیان، اور فصاحتِ زبان کے ساتھ علم حدیث، فقہ، کلام اور تفسیر قرآن
کا جامع ہو، علانیہ عمر بھر دعوتِ حق دیتا رہا ہو، اور خدا کے معاملہ مین تکلیف پر تادم مرگ صبر کرتا رہا ہو
آخر تمھارا کیا خیال ہے؟

(۲) عملی حیثیت سے ہمارے خیال مین اس سے بھی زیادہ عظیم الشان انقلاب پیدا ہو جاتا ہے، عمل کی بنیاد
درحقیقت علم کی سب سے راسخ قسم یعنی عقیدہ پر قائم ہے، لیکن چونکہ معتزلہ کو عام طور پر بدعقیدہ تسلیم کر لیا گیا ہے، اس لئے انکی
عملی حالت کے متعلق بھی بدگمانیان قائم ہو گئی ہین، بلکہ بعض کتابون مین انکی سخت سے سخت اخلاقی الزامات قائم کئے
گئے ہین، چنانچہ استاد ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بن محمد البغدادی کتاب الفرق بین الفرق مین نظام کے متعلق لکھتے ہین

"نظام اپنی ان گمراہیون کے ساتھ جنکو ہم نے بیان کیا سخت فاسق تھا اور ارتکاب گناہ اور شراب نوشی پر
نہایت دلیر تھا، چنانچہ ابن قتیبہ نے کتاب مختلف الحدیث مین بیان کیا ہے کہ وہ شام و صبح شراب پیا کرتا تھا"

لیکن اس کتاب سے معتزلہ کا جو نظام اخلاق قائم ہوتا ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے، چنانچہ وہ جعفر بن مبشر
اور جعفر بن حرب کے متعلق لکھتا ہے کہ:-

"کسی فرقہ مین علم و عمل کے لحاظ سے ان دونون کی نظیر نہین پائی جاتی، یہان تک کہ علم و عمل مین جعفرین
ضرب المثل ہو گئے ہین، جس طرح سیرۃ العمرین کی خوبی ضرب المثل ہے"

ابو موسیٰ جعفر بن مبشر سے بھی زیادہ صالح اور پاکیزہ سیرت تھا، چنانچہ خود راوندی لکھتا ہے کہ ابو موسیٰ
کے بعد جعفر بغدادیون مین زہد و ورع کے لحاظ سے سب پر مقدم تھا،

معتزلہ کا سب سے بڑا مرکز بغداد تھا اور اس زمانے مین بغداد ہی عیش پرستی کا بھی سب سے بڑا مرکز تھا لیکن
معتزلہ بغداد اس زمانے مین بھی صوفیانہ زندگی بسر کرتے تھے، چنانچہ خود راوندی ان کو نساک البغداد یعنی زاہدان بغداد

کے لقب سے یاد کرتا ہے،

(۳) ایک عجیب بات اس کتاب سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ معتزلہ کا اصلی مذہب ان عقائد و خیالات سے بالکل مختلف تھا جو وہ دشمنانِ اسلام کے مناظرہ مین ظاہر کرتے تھے، غالبًا ان کے ساکت کرنے کے لیے وہ انھی ہتھیارون سے کام لیتے تھے، جنسے وہ مسلح رہتے تھے، لیکن جب وہ میدان جنگ سے واپس آتے تھے، تو اس زرہ کو اپنے بدن سے اوتار پھینکتے تھے، چنانچہ وہ ایک موقع پر ابو الہذیل علاف کے متعلق راوندی کو مخاطب کرکے لکھتا ہے کہ

ہم نے اپنی کتاب مین متعدد جگہ یہ بیان کردیا ہے کہ تم نے جو باتین غلط طور پر ابو الہذیل کی طرف منسوب کی ہین وہ اس حیثیت سے ان کا قائل نہ تھا کہ وہ اس کا اصلی مذہب تھین، صرف وہ بحث کے موقع پر ان کو ظاہر کرتا تھا تاکہ تمھارے بھائی دہریون کے مقابل مین وہ دلیل لائے، لیکن جب اس نے دیکھا کہ تم جیسے ملحد اس پر ان کے ذریعہ سے اعتراض کرتے ہین، تو اس نے ان سے توبہ کرلی،

لیکن افسوس ہے کہ آج یہی باتین معتزلہ کی تکفیر و تفسیق کا ذریعہ بنی ہوئی ہین، بلکہ ان کے اصول و عقائد ہی انھی مناظرات و مجادلات سے ماخوذ ہین، اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ ان باتون کو بھی نظر انداز کردیا گیا اور معتزلہ کے دشمنون نے انپر جو غلط الزامات لگائے، بعد کے لوگون نے انھی الزامات کو ان کا اصلی مذہب قرار دے کر ان کو گمراہ قرار دیا، بلکہ ان الزامات پر اپنی طرف سے بھی بہت سے حاشیے چڑھا دیئے چنانچہ ہم اس موقع پر چند مسائل کے متعلق کتاب الفرق بین الفرق اور کتاب الانتصار کی عبارت بالمقابل درج کرتے ہین، جن سے یہ اندازہ ہوگا کہ ہمارے علم کلام اور ملل ونحل کی کتابون مین معتزلہ کے عقائد کس قدر مسخ شدہ صورت مین بیان کئے گئے ہین،

کتاب الفرق بین الفرق

(۱) ابو الہذیل کے نزدیک خدا کا علم اور اسکی قدرت بعینہ خدا ہے، اور اس قول کی رو سے اس پر یہ الزام عاید ہوتا ہے کہ خود خداوند تعالیٰ علم و قدرت ہو اور جب وہ علم و قدرت ہوگا تو اس کا عالم و قادر ہونا محال ہو جائیگا کیونکہ علم عالم نہین ہوتا اور قدرت قادر نہین ہوتی

کتاب الانتصار

چونکہ ابو الہذیل کے نزدیک یہ ثابت شدہ امر ہے کہ خداوند تعالیٰ حقیقت مین عالم ہے، لیکن اس کے نزدیک یہ صحیح نہین ہے کہ وہ علم قدیم کے ذریعہ سے عالم ہو، جیساکہ نابتہ کہتے ہین، اور اس کے نزدیک یہ بھی صحیح نہین کہ وہ علم حادث کے ذریعہ سے عالم ہو جیساکہ رافضہ کا قول ہے، بلکہ اس کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ بذات خود عالم ہے . . . . لیکن جاہل (راوندی) کا یہ قول کہ اب اس کے مذہب کے رو سے خداوند تعالیٰ خود علم قدرت ہو جائیگا، ابو الہذیل کے نزدیک غلط ہے، کیونکہ وہ کہتا ہے کہ اہل توحید کے یہان میرے اس قول کی نظیر موجود ہے، کیونکہ وہ سب کے سب اس کے قائل ہین، کہ وجہ اللہ بعینہ اللہ ہے کیونکہ خدا نے اپنی کتاب مین وجہ کا ذکر کیا ہے، اور یہ صحیح نہین کہ خدا کا منہ اس کا ایک جزء ہو، یا وہ اس کی قدیم صفت ہو اب صرف یہ صورت باقی رہ گئی کہ خدا کا منہ خود خدا ہو جیساکہ ھذا وجہ الامر وھذا وجہ الرای مین وجہ خود امر اور رائے ہے، پس جب یہ بات قرار پائی اور یہ کہنا غلط ٹھہرا کہ خدا مونہ اور امر منہ ہے اور رائے منہ ہے، تو مین بھی اسی طرح کہتا ہون کہ خدا کا علم خود خدا ہے جیساکہ تم کہتے ہو، کہ خدا کا منہ خود خدا ہے، اور جس طرح تمہارے نزدیک یہ صحیح نہین کہ خدا خود منہ ہے، اسی طرح میرے نزدیک یہ صحیح نہین کہ خدا علم ہے،

الفرق بین الفرق،	کتاب الانتصار
(۲) ہشام کا عقیدہ یہ ہے کہ جو چیزین حواس کے سامنے نہین ہین، مثلاً انبیاء علیہم السّلام کے معجزات اور ان کے علاوہ اور چیزون کے متعلق بیس آدمیون سے جنمین ایک شخص یا ایک سے زیادہ اشخاص جنتی ہون کم کی خبر حجت نہین ہے اور اس کے نزدیک کافرون اور فاسقون کی خبر بھی حجت نہین ہے گو وہ تواتر کی اس حد تک پہنچ جائین، جہان ان کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو جبکہ ان مین ایک جنتی آدمی بھی شامل نہ ہو، اس کا خیال ہے کہ چار آدمیون سے کم کی خبر سے کوئی حکم ثابت نہین ہوتا، اور چار سے اوپر بیس تک کی خبر سے کبھی یقین پیدا ہوتا ہے اور کبھی نہین، لیکن بیس آدمیون کی خبر جب ان مین ایک جنتی شامل ہو تو اس سے لازمی طور پر یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ . . . اس نے خبر مین بیس آدمیون کو جب ان مین ایک جنتی شامل ہو، اسلیے حجت تسلیم کیا ہے کہ احکام شرعیہ کے متعلق جو چیزین وارد ہوئی ہین انکو بیکار کر دے، کیونکہ اس نے ایک جنتی سے اس شخص کو مراد لیا ہے جو اس کی بدعات کا قائل ہو،	ہشام قوطی نے خبر دینے والون کی کوئی حد بندی نہین کی ہے اور نہ اس کا اور نہ ابو الہذیل کا یہ قول ہے کہ حجت صرف ان راویون کی خبر ہے، جو چھوٹے چھوٹے گناہون سے بھی معصوم ہون وہ تو صرف یہ کہتے ہین کہ ان کو ایسے گناہون کا ارتکاب نہین کرنا چاہیے، جو اس کو خدا کی ولایت سے نکال دین، . . . خبر کی حجت ہونے کے متعلق ابو الہذیل اور ہشام کا قول صرف یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ دنیا کو کبھی مسلمانون کی ایک پرہیزگار، نیک، اور صالح جماعت سے خالی نہین رکھتا اور انھی کی نقل در وایت ان کے بعد کے لوگون کے لیے حجت ہوتی ہے، لیکن ان کے نزدیک یہ ضروری نہین ہے کہ لوگ ان کو معین طور پر جانین پہچانین اور یہ کوئی قابل انکار اور قابل تردید بات نہین ہے کہ امت مین بہت سے نیک آدمی ہون جنکی نسبت خدا کو یہ علم ہو کہ وہ تادم مرگ کسی قسم کا تغیر و تبدل نہ کرین گے، . . . اور ہشام اور ابو الہذیل کی طرف اس قول کی نسبت تو بالکل ہی غلط ہے کہ کافرون کی خبرین یقین نہین پیدا کرتین، اگر ایسا ہوتا تو ہم ان شہرون سے

الفرق بین الفرق	کتاب الانتصار
	ناواقف رہتے جو ہم سے دور ہین، اور گذشتہ زمانے کے لوگون کے حالات کا ہم کو علم نہ ہوتا، کیونکہ اس کی نقل و روایت کرنے والے کافر ہی تھے، البتہ ان کا یہ کہنا کہ دنیا مین نیک اور پرہیزگار لوگون کی ایک جماعت ہے جنکا باطن ان کے ظاہر کے مطابق ہے، ہم ان کو متعین طور پر نہین پہچانتے، ناقابل تردید و ناقابل انکار ہے،
(۳) نظام کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے ۱۹۹ درہم غصب کر لیے یا اس کو چرا لیا تو وہ اس سے فاسق نہ قرار دیا جائیگا، جب تک کہ وہ پورے دوسو درہم یا اس سے زیادہ کی رقم نہ چرائے، یا اس کو غصب کرے اور اس مین خیانت کرے، اب اگر اس نے اس عقیدہ کی بنیاد اس نصاب پر رکھی ہے جس کے چرانے پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے تو کسی نے ہاتھ کاٹنے کا نصاب دوسو درہم نہین مقرر کیا ہے . . . . اور اگر اس نے اس کی بنیاد اس پر قائم کی ہے کہ دوسو زکوٰۃ کا نصاب ہے تو پھر اس کو اس شخص کو بھی فاسق قرار دینا پڑیگا جو چالیس بکریان چرائے کیونکہ زکوٰۃ اس مین بھی واجب ہے، گو ان کی قیمت	نظام دوسو درہم کے خائن کو خدا کے اس قول کے موجب ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا، فاسق قرار دیتا تھا اور چونکہ اس کے نزدیک دوسو درہم سے کم کی تعداد کو مال نہین کہتے اور عذاب اس کے نزدیک قیاس سے معلوم نہین ہو سکتا، صرف سمعی دلیل سے معلوم ہوتا ہے، اسی طرح نام بھی سمعی دلیل سے معلوم ہوتے ہین تو چونکہ قرآن نے دوسو درہم کے خاین کو عذاب کی دھمکی دی ہے، اس لیے اس نے اس پر اس کا حکم لگایا، اور اس سے کم کی مقدار مین اس نے توقف اختیار کیا،

الفرق بین الفرق

دو سو درہم سے کم ہو،

(۴) نظام کے نزدیک ہر زمانے مین امت محمدیہ کا اجتہادی اور استدلالی اجماع غلطی پر ہو سکتا ہے، اور اس اصل کی بنا پر یہ لازم آتا ہے کہ امت نے جس چیز پر اجماع کیا ہے وہ اس کا اعتبار نہ کرے، کیونکہ اس کے نزدیک وہ اس مین غلطی کر سکتی ہے، اور چونکہ بعض احکام شریعت کو امت نے خبر متواتر سے اور بعض کو خبر احاد سے اخذ کیا ہے، اور بعض پر اجماع کیا ہے، اور اس کو اجتہاد و قیاس سے مستنبط کیا ہے، لیکن چونکہ نظام خبر متواتر اور اجماع کے حجت ہونے کا منکر ہے اور قیاس و خبر احاد کو بھی جب تک ان سے علم بدیہی نہ حاصل ہو، باطل سمجھتا ہے، اس لیے گویا اس نے شریعت کے فروعی احکام کو باطل کر دیا، کیونکہ اس کے اثبات کے طریقون کو اس نے باطل کر دیا ہے،

(۵) ہشام قوطی کے نزدیک کوئی عرض خداوند تعالیٰ کے وجود پر دلالت نہین کرتا، اس کے شاگرد عباد کا بھی یہی قول ہے، ان دونون کا خیال ہے کہ دریا کا پھٹنا، عصا کا سانپ بجانا، چاند کا شق ہو جانا، اور

کتاب الانتصار

نظام کے متعلق یہ عقیدہ مشہور نہین ہے صرف جاحظ نے اُس سے اس کو روایت کیا ہے اور اس نے اس روایت مین غفلت سے کام لیا ہے، اس کی کتابین موجود ہین اور وہ اس روایت کی بالکل مخالف ہین،

ہشام کا خیال ہے کہ وجود باری کے دلائل کے لیے یہ ضروری ہے کہ ان کا وجود اضطرارًا و بداہۃً معلوم ہو، اور اعراض کا وجود استدلال و نظر سے معلوم ہوتا ہے، اس کے نزدیک وجود باری کی دلیل

الفرق بین الفرق

پانی پر چلنا، ان مین سے کوئی چیز پیغمبر کے دعوائے رسالت پر دلالت نہین کرتی کیونکہ اس کے نزدیک وجود باری کی دلیل کو محسوس ہونا چاہیے، اور محسوس صرف اجسام ہین، اس لئے وہ وجود باری کی دلیل ہین، اور اعراض نظری دلائل سے معلوم ہوتے ہین اس لیے اگر وہ وجود باری پر دلالت کرین تو ان کی ہر دلیل اس کے سوا دوسری دلیل کی محتاج ہوگی، یہان تک کہ دلائل کا غیر متناہی سلسلہ قائم ہو جائیگا،

(۶) ہشام قوطی کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص وضو کر کے نماز شروع کرے اور اس سے تقرب باری کا خواستگار ہو، اور اس کے پورا کرنے کا عزم رکھتا ہو، پھر قرأت، رکوع، اور سجدہ سب کچھ خالصۃً لوجہ اللہ کرے لیکن آخری رکعت مین نماز کو توڑ دے تو ایسی حالت مین اس کی نماز کا ابتدائی اور آخری حصہ گناہ ہے، خدا نے اس سے اس کو روکا ہے، اور اس کو اس پر حرام کیا ہے، لیکن نماز کے شروع کرنے سے پہلے اس کو یہ نہین معلوم ہو سکتا

کتاب الانتصار

صرف اجسام مین، جنکا وجود حسًا و مشاہدۃً معلوم ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ جب اپنی مخلوق کے لیے اپنی ذات پر دلیل قائم کرتا ہے، تو وہ ان کے عذر کا سد باب کر دیتا ہے اور ان کے حیلون کو زائل کر دیتا ہے، اور اسکی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ اپنی ذات پر وجود دلائل قائم کرے ان سے مخلوق کو واقف کر دے، لیکن اس قول کے ساتھ اس کا یہ بھی خیال تھا کہ اجسام اپنے رنگ، لذت، خوشبو، جوڑ توڑ، گرمی سردی، اور خشکی و تری کے ساتھ اس بات کی دلیل ہین کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے اور وہی ان کی تدبیر کرتا ہے،

ایسے نمازی کے متعلق ہشام کا قول صرف یہ تھا کہ جب اس نے چوتھی رکعت مین نماز توڑ دی، تو خدا نے اسکو حکم دیا کہ چار رکعت ظہر کی نماز دوبارہ پڑھے، اور جو تین رکعتین پڑھ چکا ہے ان کا اعتبار نہ کرے، تو لگ تین رکعتون کا شمار اگر نماز ظہر مین کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ خدا نے اس پر ظہر کی نماز سات رکعتین فرض کین، تین وہ جنکو وہ توڑ چکا ہے، اور چار وہ جنکا اعادہ اس پر واجب ہے، حالانکہ امت کا اجماع

الفرق بین الفرق

کر دہ ایک گناہ ہے، جس سے اس کو بچنا چاہیے حالانکہ اس سے پہلے امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس کی گذشتہ رکعتین خدا کی عبادت ہین، گو پوری نماز نہین ہین، مثلاً وہ نماز ہی مین مرجاتا تو اس کا شمار عبادت مین ہوتا، گو وہ پوری نماز نہ ہوتی،

(۷) جعفر بن مبشر کا خیال ہے کہ اس امت کے بدکارون مین ایسے لوگ بھی ہین، جو یہود و نصاریٰ مجوس اور ملحدون سے بدتر ہین، حالانکہ اس کے قول کے مطابق فاسق نہ تو مومن ہے، نہ کافر، بلکہ موحد ہے اس لیے اس نے اس موحد کو جو کافر نہین ہے، کافر ثنوی سے بدتر ٹھہرایا .... اس کا یہ بھی خیال ہے کہ شراب خوار کے حد مارنے پر صحابہ کا اجماع ان کی غلطی ہے، کیونکہ انھون نے اپنی رائے سے اس پر اجماع کیا ہے،

کتاب الانتصار

یہ ہے کہ خدا نے ظہر کی صرف چار رکعتین فرض کی ہین

یہ دونون الزامات بالکل غلط ہین،

ہم نے یہ عبارتین کتاب الفرق بین الفرق سے نقل کی ہین، جس کے مصنف کے سامنے خود انتصار اور فضیحۃ المعتزلہ دونون کا نسخہ تھا، لیکن اس نے معتزلہ کے مذہب کی نقل و حکایت مین ایک ملحد کی تصنیف فضیحۃ المعتزلہ کو مستند قرار دیا، اور الانتصار مین اس کے اعتراضات کے جو جوابات مذکور ہین انکو بالکل نظر انداز کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ انتصار کے جن جوابات پر وہ خود کوئی اعتراض نہین کر سکتے تھے، اُن سے انھون نے قصداً انکھین بند

کر لین۔ البتہ اس کے جن جوابات پر وہ رد و قدح کر سکتے تھے، ان کو نظر انداز نہین کیا، چنانچہ متعدد موقعون پر انھون نے جاحظ کے جوابات کو نقل کر کے ان پر اعتراضات کئے ہین، لیکن دیانت کا اقتضاء تو یہ تھا کہ یا تو انتصار کے تمام جوابات کو نقل کر کے ان پر رد و قدح کرتے، یا جن جوابات پر کوئی اعتراض نہین ہو سکتا تھا، ان کو صحیح تسلیم کر کے، معتزلہ کے عقائد پر اس شد و مد کے ساتھ حملہ نہ کرتے، ان کے سامنے محاکمہ کا کافی مواد موجود تھا، لیکن مذہبی تعصب کی بنا پر انھون نے اس سے مجادلہ کا کام لیا،

ایک تاریخی معمّا

شاہجہان نامۂ صادق

از

سید نجیب اشرف ندوی، ایم اے،

ہمارے دوست پروفیسر عبد اللہ صاحب چغتائی (لاہور) نے اپنے مضمون متعلق "ماخذ سیرت عالمگیر" مین ایک
تاریخ شاہجہانی مصنفۂ منشی محمد صادق المخاطب بہ صادق خان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا تھا،

"مصنف اس کے دیباچہ مین لکھتا ہے کہ وہ رانا پر حملے کے وقت بادشاہ کے ہمراہ اخبار نویس تھا، اس کتاب کا ایک
نسخہ ہمارے کا فضل دوست مولانا شیخ خلیل عرب پروفیسر یونیورسٹی لکھنؤ کے پاس ہے اس مین جنگ دارا شکوہ کے
حالات بھی درج ہین، کتاب کا نام "آثار شاہجہانی" بھی ہے۔ (روزنامۂ انقلاب ۳ جون ۱۹۲۸ء)

مین نے برادر محترم مولانا شیخ خلیل عرب صاحب ندوی سے اس کتاب کے متعلق درخواست کی، اور انھون نے
برادرانہ عنایت سے کام لیکر اسے میرے پاس بھیجدیا، اس کتاب کے مطالعہ کے بعد جو عجیب و غریب حقیقت مجھ پر ظاہر ہوئی
جو عقدۂ لاینحل میرے سامنے آگیا، اس کو ان سطور مین پیش کرنا چاہتا ہون،

ہندوستان کے کسی کتب خانہ مین اس کا وجود غالبًا نہین ہے، عجائب خانہ لندن مین البتہ اس کے دو نسخے ہین
ان مین سے ایک اور نیٹل ۱۷۶ ہے، اور اس مین صرف عہد شاہجہانی کے حالات ہین، یہ کتاب ۱۲۰۵ اوراق پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ
مین ۱۷ یا ۱۸ سطرین ہین، اس کتاب سے فہرست نگار نے مصنف کے جو حالات لکھے مین وہ یہ ہین:-

"مصنف اپنے دیباچہ مین بیان کرتا ہے کہ جب شاہزادہ شاہجہان ۱۰۲۳ھ مین رانا کے خلاف روانہ ہوا تو وہ
مہم مین وقائع نویس (نہ کہ اخبار نویس) کی حیثیت سے شریک تھا اور وہ اس کتاب مین ان واقعات کو جو عہد شہزادگی
شاہجہان کے معزول ہونے تک اس کے سامنے پیش آئے لکھنا چاہتا ہے"،

"کتاب کے دوسرے صفحات سے مصنف کے جو حالات معلوم ہوتے ہین وہ یہ ہین کہ وہ شاید ایرانی النسل تھا،
اور عہد شاہجہانی کا ایک امیر اسحاق بیگ یزدی (المتوفی ۱۰۴۲ھ) جو بعد مین حقیقت خان کہلایا، اس کا چچا تھا، شاہجہان
کی تخت نشینی کے وقت مصنف بخشی مقرر ہوا، اس کے بعد وہ شجاع کا جب کہ وہ خاندیش اور مالوہ جانے لگا، اتالیق مقرر
ہوا، ۔۔۔ جلوس مین داروغۂ غسلخانہ مقرر ہوا، اس کے بعد شاید برابر بادشاہ کے ساتھ رہا، ۱۰۳۲ جلوس وہ بادشاہ کیساتھ
کابل گیا، دارا کی شکست اور اورنگ زیب کی پیش قدمی کے وقت وہ ان چند وفادار امرا مین تھا جو آخر وقت تک
شاہجہان کے ساتھ رہے، اورنگ زیب کے پاس پیغام لیجانے والون مین وہ بھی تھا، آخر مین وہ اس مراسلت کو جو باپ بیٹے
مین ہوئی تھی مفصل طور سے درج کرتا ہے، اور بست سالہ عہد کے منصبدارون کی فہرست مین اپنے کو ششن ہزاری بتاتا ہے"
دوسرا نسخہ اورنیٹل ۱۶۷۱ ہے، یہ نسخہ ابتدا سے لیکر ورق ۹۶ تک پہلے نسخہ سے ملتا ہوا ہے، اس کے بعد ایک بالکل
دوسری تاریخ شروع ہوتی ہے، جو عہد عالمگیری کی ہے، فہرست نگار لکھتا ہے:-

"یہ حصہ بلا کسی تمہید کے شروع ہو جاتا ہے، اور پہلا حصہ جہان ختم ہوتا ہے، اس کے پہلے کے حالات بھی اس
مین موجود ہین کہ یہ حصہ ۱۰۶۸ھ کی ابتدا سے جبکہ دارا شکوہ، اورنگ زیب و مراد کی جاگیرون پر قبضہ کرتا ہے شروع ہوتا ہے
دوسرے حصہ سے متعلق فہرست نگار کا خیال ہے کہ چونکہ اس کے اکثر حصص خافی خان کی تاریخ سے ملتے ہین
اس لیے شاید یہ خافی خان کے ابتدائی مسودہ کی نقل ہو، کیونکہ اس مین ایک جگہ لکھا ہے کہ مصنف، محمد مراد خان زادہ
۔۔۔ کے ساتھ وقائع نویس مقرر ہوا تھا، اور خافی خان نے بھی اپنی تاریخ مین اپنے متعلق یہی لکھا ہے،

اس کے ساتھ ایک بات یہان اور جان لینا چاہیئے کہ اسی فہرست مین ایک کتاب طبقات شاہجہانی کا ذکر ہے

فہرست عجائب خانہ لندن، فارسی جلد ا صفحہ ۲۶۲ ۔ ایضًا جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۱

اس کے مصنف کا نام بھی محمد صادق ہے، اس کتاب مین لکھا ہے کہ محمد صادق خان جو بادشاہ نامہ کا مصنف ہے اورنگ
زیب کے قبضۂ آگرہ کے وقت وہان کا وقائع نویس تھا اور جمادی الثانی ۱۰۶۸ھ مین اورنگ زیب نے اس کو معزول
کر کے اپنے پاس بلا لیا، اور زیر تنقید نسخہ مین بھی یہ واقعہ ان الفاظ مین درج ہے۔

"محمد صادق خان مؤلف شاہجہان نامہ را از خدمت وقائع نویسی اکبرآباد معزول نمود" صفحہ ۲۱۰۔

یہان پر یہ جان لینا چاہیئے کہ طبقات کی دی ہوئی تاریخ بالکل غلط ہے کیونکہ اورنگ زیب آگرہ رمضان
مین پہنچا ہے اور ۲۰ رمضان کو داخل شہر ہوا،

اب ہم اصل کتاب کی طرف متوجہ ہوتے ہین یہ کتاب ۹۹ صفحات کی ہے، اور ہر صفحہ پر ۱۶ سطرین ہین، خط
ہے، لیکن صاف، کاتب کا نام یا سن تحریر نہین ہے، میرا خیال ہے کہ انیسوین صدی کے نصف اول کی ہے، سرورق
شاید پروفیسر صاحب ہی نے اس کے دو نام لکھدیئے ہین، (۱) تواریخ شاہجہانی اور (۲) شاہجہان نامہ، کتاب ان
سے شروع ہوتی ہے:۔

"اجناس حمد و سپاس حضرت آفریدگارے راکہ شہاب ثاقب مصادقت سلاطین دین را در سمائے
وفاق دائرۃ الشعاع گردانیدہ"

تمہید کے بعد مصنف اپنا ذکر ان الفاظ مین کرتا ہے:۔

بر ضمیر واقفان رموز تاریخ پوشیدہ نماند کہ چون این آثم محمد صادق المخاطب بہ صادق خان معمور بوقائع نویسی
اوردکاب بادشاہ جم جاہ ابوالمظفر شہاب الدین صاحبقران ثانی شاہجہان بادشاہ کہ بواسطۂ دہم با میر تیمور صاحبقران
می رسد، در ایامیکہ از حضور بادشاہ جہانگیر بمہم را تا معمور بودند، می پرداخت، بعد رحلت جنت مکانی و جلوس
بادشاہ جم جاہ از ابتدائے جلوس براورنگ جہانبانی تا انتہائے مقدمہ اکثر نزدوائے آن بادشاہ عدالت
اساس کہ از نادانی شہزادہ دارا شکوہ بعرصۂ ظہور آمدہ بطریق اجمال و کمال، اختصار چیزیکہ دیدہ بود بتحریر
بتیان می آرد۔[1]

لیکن حیرت کی کوئی انتہا نہ رہے گی جب یہ نظر آئے گا کہ اس کے بعد جو عبارت ہے وہ لفظ بلفظ خافی خان کی ہوئی ہے
دل مین یہ شبہہ پیدا ہوا کہ واقعہ کیا ہے، خافی خان نے اس کتاب سے نقل کیا ہے، یا یہ خافی خان کی تصنیف ہے جسے
صادق خان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے، دوسرے راقم نے پہلے نسخہ کے آخر مین لکھا ہے کہ اس مین اورنگ زیب و
شاہجہان کے خطوط ہین، لیکن اس نسخہ مین ایک بھی نہین، البتہ اکبرآباد کے قبضہ کے بعد کے دو تین خط ہین، وہ بھی صرف اورنگ
زیب کے اس لیے ہم نے بہتر سمجھا کہ ایسے مقامات کا پتہ چلائین جہان مصنف نے اپنا تذکرہ کیا ہو کیونکہ یہ یقینی ہے کہ دونون
کا زمانہ، حالات اور مراتب ایک قسم کے نہ تھے، اس نظر سے مطالعہ کے بعد ہم جس نتیجہ پر پہنچے وہ یہ تھا کہ اگرچہ یہ کتاب عہد شاہجہانی
کے لیے نامتر اور عہد عالمگیری کے لیے بہت کچھ خافی خان کا نقش ثانی یا نقش اول ہے، لیکن اس کتاب مین جہان جہان
مصنف نے اپنا تذکرہ کیا ہے، ان کو بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف ایک شخص کی تصنیف نہین بلکہ ان کی تعداد نصف
سے زیادہ ہی ہے، چنانچہ اب ہم اسی قسم کے مواقع پر روشنی ڈالتے ہین،

مگر اس سے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہیئے کہ یہ کتاب کم از کم اس صادق خان کی نہین ہے جس کی طرف بظاہر اشارہ
ہے، کیونکہ وہ صادق خان جو رانا کی مہم مین وقائع نویس کی حیثیت سے شریک تھا، اور جسے شاہجہان نے اپنا میر بخشی
مقرر کیا تھا، وہ حکومت شاہجہان کے چھٹے سال و ربیع الاول ۱۰۴۳ھ کو انتقال کر گیا تھا[1]، اور چونکہ وہ شاہجہان کی چہیتی
بیوی کا خالو تھا اس لیے شاہی خاندان پر اس کا خاص اثر ہوا، چنانچہ درباری مورخ عبدالحمید ان الفاظ مین اس کا
ذکر کرتا ہے:۔

"نہم ربیع الاول صادق خان میر بخشی، یزنہ یمین الدولہ از جہان فانی در گذشت اعلیٰ حضرت از عنایت
رافت و بندہ نوازی سرو جویبار سلطنت پادشاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر را برائے مفاخرت اخلاقش
خصوصاً پسر کلان جعفر خان . . . بتعزیت فرستادند"[2]

[1] صادق خان کے مفصل حالات کے لیے دیکھو مآثر الامراء جلد ۲ صفحہ ۷۲۹-۷۳۱،
[2] بادشاہ نامہ عبدالحمید جلد ۱ صفحہ ۵۳۰

اس لئے یہ بات تو یقینی ہوگئی، کہ یہ وہ صادق خان نہیں ہے اور ریو نے بلا تحقیق صرف مقدمہ کو پڑھکر ایسا لکھدیا
ہم مؤلف کے اپنے تذکرہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں،

(۱) "وازروے کمال عنایت ومرحمت فرمان بنام یمین الدولہ آصف خان مشتمل بر رسیدن بنارسی داس در
نہضت بدولت اقبال بدار الخلافت بدست خود تحریر نمودہ مصحوب این مؤلف بطریق ڈاک روانہ نمودند۔"
خافی خان "این مؤلف" کی جگہ امان اللہ کا نام دیتا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"بآصف خان فرمان ازروے عنایت مشتمل بر رسیدن بنارسی داس وبدولت وفیروزی متوجہ شدن طرف دار الخلافت
مصحوب امان اللہ خان بڈاک روانہ ساختند" جلد ۱ صفحہ ۳۹۱،

شاہی مورخ عبد الحمید نے کوئی نام نہیں دیا ہے، بلکہ صرف اس قدر لکھا ہے کہ
"منشور عنایت گنجور مشتمل بر وصول بنارسی درسانیدن اخبار توجہ موکب گیہان نور وازراہ احمد آباد بصوب
دار الخلافت بہ یمین الدولہ ارسال داشتند" جلد ۱ صفحہ ۵،

لیکن اس کے ساتھ ہی امان اللہ کے لاہور بھیجنے کا حال بھی درج ہے اگر آصف خان اور صادق خان دو
اس وقت لاہور ہی میں تھے، امان اللہ کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے،

"چہارم روز نشاط از جلوس اقبال مانوس امان اللہ مخاطب میخانہ زاد خان یمین خلف مہابت خان خانخانان
از دار السلطنت لاہور آمدہ بتقبیل بارگاہ عرش جاہ چہرۂ سعادت برافروخت ہمان روز عشرت افروز
او را بخلعت خاصہ وخنجر مرصع باپھول کتارہ وشمشیر مرصع وصوبہ داری مالوہ وباضافہ ہزار سوار منصب
پنج ہزاری ذات وسوار بخطاب خان زمانی ومرحمت اسپ از طویلہ خاصہ با زین مطلا وفیل از حلقۂ
خاصہ وانعام یک لک روپیہ نقد برنواختہ دستوری ان صوب دادند" جلد ۱ صفحہ ۱۵۶

میرا خیال ہے کہ امان اللہ کو احمد آباد سے لاہور بھیجا گیا اور وہ خط دیکر آگرہ آیا تو اسکی اس خدمت پر اسکو
یہ خطاب وانعام ملا کیونکہ یہ بات تو یقینی ہے کہ صادق خان اس وقت کیا اس کے بہت زمانہ تک شاہجہان کے

تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی شادی نور جہان کی بہن سے ہوئی تھی" اور نور جہان شاہجہان کے خلاف سازش
کرکے دوسرے شہزادہ کو بادشاہ بنانا چاہتی تھی" اور صادق خان اس رشتہ کی وجہ سے اس کا شریک کار ہی نہیں
بلکہ بہت بڑا مددگار تھا، جہانگیر کی موت کے وقت وہ لاہور میں موجود تھا اور اس نے وہاں کے خزانہ پر قبضہ کرکے
ایک نیا بادشاہ وہان بنا دیا، آصف خان نے نہایت دانشمندی سے کام لیکر اس بغاوت کو فرو کیا اور تقصیر معاف
کرانے کے لیے اُسے اپنے ساتھ لایا یہ واقعات تمام تاریخون مین مفصل طور سے مذکور ہین، اور اس بات کو ظاہر کرتے ہین
کہ این مؤلف سے مراد کوئی دوسرا شخص ہے، اور وہ شاید امان اللہ خان ہے،

(۲) "شائستہ خان بہ یمین الدولہ رانجہزاری، ہچار ہزار سوار نمودند وارادت خان را میر بخشی کردہ مسند و
قلمدان وزارت عطا فرمودند واین مؤلف رانیز درہمان روز بخدمت بخشیگری عز امتیاز بخشیدند ودر آن
روز چہل امیر نامی باضافۂ نمایان وخدمت سربلندی یافتند" صفحہ
یہ عبارت کچھ غیر مفہوم ہے" اس لیے ہم یہان پر خافی خان کی عبارت نقل کر دیتے ہین تاکہ عبارت ممکن
واضح ہوجائے اور یہ بھی معلوم ہوجائے کہ یہان "این مؤلف" سے واقعی وہی صادق خان مراد ہے،

"شائستہ خان خلف کلان ارشد یمین الدولہ بمنصب پنج ہزاری چہار ہزار سوار سرفراز گردید، در آن
روز سی امیر باضافہاے نمایان وعنایات بے پایان سربلند گردیدند، وارادت خان میر بخشی را
بتجویز یمین الدولہ مسند وزارت وقلمدان مرصع مرحمت نمودند وصادق خان را خدمت میر بخشی عطا
فرمودند" جلد ۱ صفحہ ۳۹۹،

اب سرکاری بیان بھی سن لیجئے:۔
"ہمدرین روز خدمت وزارت حسب الالتماس یمین الدولہ بارادت خان مفوض شد، وخلعت خاص وقلمدان
مرصع باو عنایت فرمودند وصادق خان را از تغیر او میر بخشی گردانیدہ بخلعت وقلمدان مرصع پایۂ
اعتبارش افزودند" عبد الحمید جلد ۱ صفحہ ۱۸۶،

(۳) "بدین تقریب انچه از جمع و حاصل توران و ایران در مقابل محصول قلمرو ہندوستان بتحریر بیان می آرد

دہر چه از روے دفتر که این مؤلف ہم بشاہزادہ شجاع بوقت فوج کشی بدخشان ہمراہ بود دریافت گشت،

کلک چند بر زبان خامہ صدق بیان میدہد" صفحہ ۱۳

اب اس عبارت سے خافی خان کی عبارت کا مقابلہ کیجئے،

"چون تقریب جمع و حاصل توران و ہند بمیان آمدہ، لازم آنکہ انچه از جمع و محصول ایران و توران و ہندوستان

مؤلف بادشاہ نامہ بزبان قلم دادہ دہر چه از روے دفاتر تحقیق مسودۂ اوراق گردیدہ تخمیناً تحریر

در آمد" جلد ا صفحہ ۷۱۳،

یہاں پر دو باتیں بہت صاف ہیں، اول یہ کہ خافی خان نے زیر تنقید بادشاہ نامہ کو اپنا ماخذ بنایا ہے،

دوسرے خافی خان نے بھی مسودۂ اوراق سے مؤلف بادشاہ نامہ ہی کو مراد لیا ہے، لیکن بادشاہ نامہ کا مؤلف بتاتا

ہے کہ وہ بدخشان پر فوج کشی کے وقت شاہ شجاع کے ساتھ تھا اس لئے دیکھنا چاہیئے کہ وہ کون شخص ہے؟

مگر اس کا ہمارے پاس کیا جواب ہے کہ شجاع کبھی بھی بدخشان کی مہم پر روانہ نہیں ہوا، نذر محمد خان سے

باقاعدہ جنگ جون ۱۶۴۵ء (جمادی الاول ۱۰۵۵ھ) سے شروع ہوئی ہے اور ان میں پہلے مراد بخش اور اس کے

بعد اورنگ زیب شریک ہوتا ہے، شجاع اس موقع پر کبھی بھی وہاں نہیں گیا، البتہ امیر الامراء نے جو پہلا حملہ کیا تھا

اس میں اسحاق بیگ کا نام ملتا ہے، اور مصنف بادشاہ نامہ نے اس کو اپنا چچا لکھا ہے، اس لیے ممکن ہے کہ جس شخص نے

یہ لکھا ہے وہ اسحاق بیگ کے ساتھ ہو لیکن یہ تو صاف ہے کہ وہ شخص صادق خان نہیں تھا، کیونکہ وہ اس سے دس

سال پہلے اس دنیا ہی کو چھوڑ چکا تھا،

(۴) دکن کے قحط کے متعلق لکھتا ہے:-

"انچه این مؤلف بچشم عبرت دیدہ اگر بتفصیل آن زبان سوختہ زبان (بیان؟) را آشنا سازد

محل بر اغراق و باعث ملال مطالعہ کنندگان خواہد گردید" صفحہ ۵،

زبانی محمد عالی گرز بردار کہ روبرو حضرت نقل می نمود شنیدیم کہ ضعیفۂ دل سوختہ . . . . . الخ صفحہ ۱۵

خافی خان:-

"از مردم ثقہ آن وقت انچه مسود اوراق در ہمان سرزمین مسموع نمودہ و از کہنہ دہقانان کہن سال

شنیدہ و ہر چه مؤلف بادشاہ نامہ نوشتہ اگر تفصیل آن نگاشتہ آید محمول بعبارت پردازی و اغراق

خواہد گردید" جلد ا صفحہ ۴۴۴،

"روزے ضعیفہ مویہ کنان (نوحہ کنان؟) موکنان الخ صفحہ ۴۴۵

یہاں پر یہ بات ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے کہ دونوں کتابوں کی اصل عبارت ایک بڑی حد تک ایک ہے

بلکہ جو اشعار کتاب کے صفحہ ۵ و ۶ پر ہیں ان کو خافی خان نے اسی ترتیب سے (جلد ا صفحہ ۴۴۴ پر) درج کئے ہیں

(۵) "و در ہمین روز این مؤلف را از راہ عنایت بادشاہانہ خدمت داروغگی غسلخانہ مرحمت نمودہ

بخلعت و عنایت اسپ و فیل سرافراز نمودند" صفحہ ۶۷،

خافی خان نے اس عنایت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے، لیکن عبد الحمید نے اس تاریخ کا مفصل حال لکھا ہے

"روز مبارک دوشنبہ ہشتم ربیع الثانی[1] سال ہزار و چہل و یکم . . . . . نصیری خان[1] را بعنایت

اسپ از طویلہ خاصہ با زین مطلا و فیل از حلقۂ خاصہ مفتخر گردانیدہ بالاگھاٹ دستوری دادند و

بالتماس او ماہی مراتب را کہ در عہد باستانی سلاطین دار الملک دہلی شیوع داشت و اینان بحکام

دکن دادہ بودند و اکنون در دکن اعتبار تمام دارد و دنیاداران آنجا بکسے کہ مستعد عنایات عظیمہ

باشد می دہند، عنایت فرمودند" صفحہ ۴۰۹،

اس کے بعد اسی دن جن لوگوں کو ترقیاں ملی ہیں وہ یہ ہیں:-

سردار خان، جوہر خان دکنی، خواص خان، راجہ روز افزون، سید جہان خان، دلاور خان دکنی،

[1] خافی خان ربیع الاولی اور نصیری خان کی جگہ نصیر خان لکھتا ہے جلد ا صفحہ ۴۶۱،

مبارک خان نیازی، نظر بہادر خویشگی، زبردست خان، سید علادل، شجاع ولد معصوم خان کابلی، اور مخلص خان،

لیکن ان مین سے کسی ایک کے نام کے ساتھ بھی اشیا رجو مصنف نے اپنی طرف منسوب کی ہین، نہین دیکھی مین اور

نہ کوئی شخص داروغۂ غسلخانہ مقرر ہوا ہے، اس لیے ہم کہہ سکتے ہین کہ مصنف کی یہ صریح دروغ بیانی ہے اور

اس نے صرف اسی جگہ نہین بلکہ دوسری جگہون پر بھی اس قسم کی حرکت کی ہے، ہمارا مصنف انگریزون کے متعلق

لکھتا ہے :-

(۵) "مسود اوراق کہ در بنادر دکن ہمراہی شاہزادہ بلند اقبال اورنگ زیب در حینیکہ بصوبہ داری

آنجا سرفراز بودند بعہدۂ بخشیگری ہمراہ بود معمورہا ے وقلعہا ے آبادہ کردۂ آنہا و اکثر جاکنار ساحل

دریاے وارد شدہ، و برا طوار و افعالِ نامحمود آن جماعت اطلاع یافتہ در کلیسا ے آنہا رفتہ سیر نمود،

و با فضلاے آن گروہ کہ پادری نامند صحبت داشتہ ص۲"۔

خافی خان نے اس کو اختصار کے ساتھ یون بیان کر دیا ہے،

"محرر اوراق مکرر دران مکان و بنادر وارد گشتہ با علماے آنہا صحبت داشتہ مذاکرہا نمودہ ص۶"

اب ہم کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اورنگ زیب جب دکن کا گورنر مقرر ہوا تو اس وقت دکن کا بخشی کون

تھا، اور اس کے ساتھ یہ بھی تلاش کرنا چاہیئے کہ کیا اورنگ زیب کسی ساحلی مقام پر گیا بھی ہے۔

اورنگ زیب دو مرتبہ دکن کا گورنر ہوا، پہلی مرتبہ ۱۶۳۶ء سے ۱۶۴۴ء تک اور دوسری مرتبہ ۱۶۵۳ء سے

۱۶۵۸ء تک، پہلی مرتبہ وہ بہت نوعمر تھا اور اس نے اپنا تمام زمانہ بیجاپور، گولکنڈہ، چاندہ وغیرہ کے حاکمون سے

لڑنے مین گذار دیا اور کبھی بھی کسی ساحلی مقام پر نہین گیا، دوسری مرتبہ بھی وہ کسی ساحلی جگہ پر نہین گیا، کیونکہ

سورت دکنبائت وغیرہ اس کے سرحد مین تھے پہلے عہدِ نظامت کے بخشیون کا حال معلوم نہین، لیکن دوسری

مرتبہ محمد صفی بخشی تھا چنانچہ وارث لکھتا ہے،

"محمد صفی پسر اسلام خان بخلعت و منصب ہزار و پانصدی از اصل و اضافہ و بخدمت بخشیگری و واقعہ نویسی

ہر چہار صوبۂ دکن . . . . . . مباہی گشتند ص۱۱"۔

خافی خان لکھتا ہے :-

"محمد صفی پسر اسلام خان را بہ بخشیگری و واقع نگاری دکن مامور و مرخص ساختند" جلد ا ص۱۲۷

اس کے پہلے جب ۱۶۳۶ء مین وہ گورنر ہوا تو کسی بخشی وغیرہ کے تقرر کا حال نہین لکھا گیا ہے، البتہ جب

پہلی مرتبہ شاہجہان نے دکن پر حملہ کیا ہے تو اس فوج کیساتھ اسحٰق بیگ یزدی جو بدخشان کے حملہ کے وقت بھی

تھا اس فوج کا بخشی کیا گیا ہے، ممکن ہے کہ اورنگ زیب کے مقرر ہونے تک وہی رہا ہو اور چونکہ مصنف نے اسکو

اپنا چچا کہا ہے، اس لیے وہ بھی اس کے ساتھ ہو لیکن نہ صادق خان، اور نہ امان اللہ اس کے بھتیجے تھے، اس لیے

یا کوئی تیسرا شخص ہے، یا پھر یہ بھی اپنی اہمیت کو بڑھانے کے لیے گھڑا گیا ہے،

(۶) "این مؤلف در حینیکہ بادشاہزادہ محمد شجاع برائے تنبیہ بعضے مفسدان صوبۂ خاندیس و مالوا

رونق افزاے آن صوبہ شد، این کمترین نیز بصیغۂ اتالیقی ہمراہ رکاب بود دیدہ ام کہ از جملۂ

قلعۂ آسمان پایہ دولت آباد، و پنج قلعہ بر روے زمین نمودار اند" ص۹۰

اب یہان پر یہ بات تو یقینی ہے کہ "این مؤلف" اور "این کمترین" سے صادق خان میر بخشی مراد نہین ہے

کہ شجاع اس مہم پر ۲۲ صفر ۱۰۶۱ھ کو روانہ ہوا اور صادق خان ۹ ربیع الاول کو انتقال کر گیا اس لیے وہ

وہان کے قلعون کو کیا دیکھتا، دوسری بات یہان پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ص۶۵ پر مؤلف کتاب نے اپنا داروغۂ

غسلخانہ ہونا لکھا ہے، لیکن عبد الحمید اس کی موت کا حال لکھتا ہوا میر بخشی کے نام سے یاد کرتا ہے، اس لیے معلوم

ہوا کہ وہ شروع سے موت تک اسی عہدہ پر بحال رہا، ایک اور چیز قابلِ لحاظ یہ ہے کہ خافی خان نے جہان بھی

موت کا حال لکھا ہے وہان بادشاہ نامہ کا کوئی تذکرہ نہین ہے، اس کے الفاظ یہ ہین :-

"درین سال صادق خان میر بخشی ودیعت حیات نمود" جلد ا ص۴۹۱،

اس لیے اب ہم کو سرکاری تاریخ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، کہ اس مین ان تمام امرا کے جو اس مہم مین

ساتھ تھے، نام موجود ہیں،

عبد الحمید لکھتا ہے :-

"خاقان گیتی ستان روز یکشنبہ بست و دوم شہر صفر . . . . پادشاہزادہ محمد شجاع بہادر را . . . . . با تقرب رخصت فرمودند . . . . و از امرا و منصبداران سید خانجہان راجہ جے سنگہ و راجہ بیتھلداس و اللہ ویردی خان و رشید خان انصاری و خواص خان و مادھو سنگھ ولد راؤ رتن و قزلباش خان افشار و سید عالم بارہ و چندر من بندیلہ و راجہ روز افزون و بھیم راٹھور و راجہ رام داس نروری، و یکہ تاز خان و اصالت خان و خلیل اللہ خان، و کرم اللہ ولد علیم دان خان بہادر و جمالی ولد قمر خان قردینی و حبیب سور و شرزہ خان و دیگر دلاوران . . . . . در ملازمت آن گوہر اکلیل خلافت مرخص گشتند" جلد اول ص ۵۰۲۷

خافی خان نے صرف یہ چار نام دیئے ہیں :-

سید خانجہان سید عالم بارہہ و راجہ جے سنگھ و راجہ سنبھیل راس رام و دیگر امرا ہمراہ دادہ . . . .

. . . . بدکن مرخص ساختند" جلد اول ص ۴۹۱ .

اتالیقی کا عہدہ معمولی عہدہ نہ تھا جس کا تذکرہ نہ ہوتا، لیکن کسی نے بھی نہیں لکھا ہے، اس لیے بجز اس کے کہ اس کو بھی ہم مصنف کی اسی قسم کی چال سمجھیں اور کیا کہہ سکتے ہیں، دوسرے اب جو مصنف ہے وہ صادق خان میر بخشی کے علاوہ ہے، اور یہ چوتھا شخص ہے،

(۷) عہد جہانگیری میں شاہ عباس ثانی ۱۶۲۲ء میں قندھار پر قبضہ کر لیتا ہے، اس کتاب میں اس واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے :-

"در سنہ ہزار و سی و دو ہجری مطابق سال ہفتدہ ہجری (؟) از جلوس جنت مکانی ہمہ قلعجات توابع قندھار بتسخیر در آورد، چنانچہ معتمد خان مؤلف اقبالنامہ کہ ذکر سنوات سلطنت حضرت جنت مکانی در سلک

تحریر کشیدہ و این کاتب در شاہجہان نامہ کہ بہ نظم در آوردہ ایم بتفصیل تقیید قلم دادہ بچند فقرات اختصار نمود" بیت ۱۳۱۰

اس عبارت سے ایک اور اہم چیز کا اضافہ ہوا، وہ یہ کہ ہمارا لائق مصنف (۹) نہ صرف موجودہ شاہجہان نامہ کا مصنف ہے، بلکہ وہ اتنا بڑا شاعر ہے کہ اس نے نظم میں بھی ایک شاہجہان نامہ لکھا ہے اور شاید اس میں جہانگیر کے حالات بھی ہیں، اب اگر ہم کو کوئی منظوم شاہجہان نامہ مل جائے تو اس مصنف کا نام معلوم ہو جائے، مجھے جہاں تک علم ہے شاہجہان کی تین منظوم تاریخیں ہیں (۱) شاہجہان نامہ قدسی، (۲) شہنشاہ نامہ کلیم (۳) شاہجہان نامہ یحیی کاشی، تو یہ کتاب ان میں کسی ایک کی ہے، ہم تاریخی اسناد کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ ایسا نہیں ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ کوئی چوتھا شخص ہے یا پھر یہاں پر بھی اس نے غلط بیانی کی ہے،

(۸) "اللہ وردی خان کہ در ہرزہ گوئی و کلمات لایعنی بحضور بادشاہزادہ دارا شکوہ محمد شکن شہرت یافتہ بود و دیگر ادای اخلاق (خلاف؟) آداب بادشاہانہ بعرض رسید بے منصب ساختہ پرگنہ لشکر پور بجمع سی و چار لک دام در وجہ معاش او مقرر کردند رای مکند آصفخانی را بخدمت بیوتاتی حضور مفتخر ساختند و خدمت دفتر تن از تغیر او باین مؤلف عنایت فرمودند" ص ۶۷۱

خافی خان کا بیان ہے :-

"اللہ وردی خان کہ در ہرزہ گوئی ضرب المثل بود . . . . . . از وقت کلمہ و کلام در خدمت درگاہ بادشاہ زادہ خلاف داب نمک خواران بعرض رسیدہ، لہذا بے منصب فرمودند و پرگنہ لشکر پور بجمع سی و چار لک دام برای وجہ معاش او مقرر کردند، . . . . . رای مکند آصف خانی را بخدمت بیوتاتی حضور مفتخر ساختند و خدمت دفتر تن از تغیر او بملا علاء الملک فرمودند" جلد اول ص ۵۹۵

اب اسی کے ساتھ سرکاری بیان بھی سن لیجئے :-

"چون بر طرز مان لساط تقرب ظاہر شد کہ اللہ وردی خان کہ زبانش باختیار او نیست در ین ایساق برخی کلمات نکوہیدہ، مخالف آئین نمک خوارگی و فدویت سر بر زدہ، ہادی سبل رشاد او را بتغیر

منصب و تیول تادیب نمودہ . . . . . . پرگنہ شکر پور راکہ . . . . سی و چہل لک دام جمع دارد بطریق

معاش بوے عنایت کردند، جلد ۲ صفحہ ۳۰۸

"رائے مکند داس بدایونی بیوتات و ملا علاء الملک بدفترداری تن سر بلند گشتند" جلد ۲ صفحہ ۳۱۰

ان دو عبارتون سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اوراق کا مؤلف ملا علاء الملک ہے، جو ترقی کرتا ہوا اورنگ

زیب کے زمانہ مین وزارت کے درجہ تک پہنچ گیا تھا، ہم کو شک ہوا کہ کہین یہ کتاب اسی کی تصنیف تو نہین ہے کیونکہ

اگرچہ یورپ کے جن کتب خانون کا ہم کو حال معلوم ہے اور ہندوستان کے جن کتاب خانون کی فہرستین ہمارے پاس

ہین، ان مین سے ایک کے سوا تمام اس معاملہ مین خاموش ہین، البتہ کتب خانہ آصفیہ کی فہرست جلد اول مین ایک

کتاب نمبر ۲۳۵ موسوم بہ شاہ جہان نامہ کے مصنف کا نام علاء الملک تونی دیا ہوا ہے، لیکن جب ہم فاضل خان

(علاء الملک تونی) کے حالات دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ عہد جہانگیر اور شاہجہان مین اس کا سرکاری

مین ہتا تو ناگیا دہ ہندوستان تک نہین آیا بمادہ شہ جلوس شاہجہانی مین ہندوستان آیا اور ۵ مین سرکاری ملازمت مین داخل ہوا اس لیے ساری کتاب اس

نہین ہو سکتی، اسلیے معلوم ہوا کہ اس کا مصنف کوئی اور شخص ہے، یا بد طینت سارق نے علاء الملک کی جگہ

نام لکھدیا ہے،

(۹) "بادشاہ زادہ محمد شجاع از بنگالہ رسیدہ، ملازمت نمود، تقصیرات شاہزادہ مراد بخش بشفاعت شاہزادہ

محمد شجاع معاف فرمودند، و این حقیر را از تغیر نمودن خدمت سامانی بدار و غگی غسلخانہ سرفرازی بخشیدند

چون عبدالعزیز خان بعد روانہ نمودن تعلق محمد . . . . " صفحہ ۲۳۲،

خافی خان ان واقعات کو کچھ اضافہ کے ساتھ یون لکھتا ہے:-

"بادشاہزادہ محمد شجاع از بنگالہ رسیدہ ملازمت نمود پادشاہ زادہ محمد مراد بخش کہ باوجود بحالی منصب

بجاگیت حال از مجرا ممنوع بود، بموجب حکم باستقبال برادر رفتہ ہمراہ محمد شجاع تسلیمات عفو تقصیرات نمود

---

[1] مفصل حالات کے لیے دیکھو مآثر الامراء جلد ۳ صفحہ ۵۲۴

چون رسید کہ سید جلال بخاری صدر الصدور بروضۂ جنان شتافت، راجہ جے سنگہ را . . . . . .

بست لک روپیہ بجہت متعینہ بلخ ہمراہ دادہ . . . . . . روانہ ساختند، چون عبدالعزیز خان

از شنیدن ورود موکب افواج . . . . " جلد ا صفحہ ۶۶۰،

اس سے زیادہ مفصل حالات شاہی مورخ نے دیے ہین:-

"بست و چہارم (ربیع الثانی) بادشاہزادۂ بلند اقدار محمد شاہ شجاع بہادر . . . . . با بادشاہزادۂ

عالی نسب مراد بخش کہ بوسیلۂ درخواست آن والا گہر اجازت دریافت دولت کورنش حاصل نمودہ بود

گرامی برادر . . . . با دراک شرف ملازمت فائز گشت . . . . "

"درہمین تاریخ جے سنگہ . . . . . . دولت ملازمت اندوخت، و جعفر خان . . . . . را

. . . . میر بخشی گردانیدند،

غرہ جمادی الاولی . . . . . بعرض مقدس رسید کہ . . . . سید جلال بخاری . . . .

رخت ہستی ازین جہان بربست بادشاہ نامہ عبدالحمید" جلد ۲ صفحہ ۴۸۰،

اب ان عبارتون کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کو بھی اس زمانہ مین خدمت میر سامانی سے بدل کر

داروغگی غسلخانہ پر بحال نہین کیا گیا تھا، بلکہ اس سال کے باقی مہینون مین بھی اس قسم کی کوئی تبدیلی کسی شخص کے

متعلق نہین ہوئی، یہ خیال تو غلط ہے کہ درباری مورخ کو ہمارے مصنف ہی سے اتنی عداوت ہے کہ وہ اسکا نام

نہین لیتا، اور نہ خافی خان ہی اس کا تذکرہ کرتا ہے، تو پھر معلوم ہوا کہ یہ بھی ہمارے مصنف صاحب کی ایک اختراع

فائقہ ہے؛

(۱۰) اس کے بعد شاہجہان کے بست سالہ حکومت کے اختتام پر امراء و منصبدارون کی ایک فہرست دی گئی

ہے اور اس مین مصنف اپنے متعلق لکھتا ہے کہ

"و این مؤلف شش ہزاری شش ہزار سوار" صفحہ ۲۴۳،

عبدالحمید نے شش ہزاریون کی جو فہرست دی ہے وہ یہ ہے،

(۱) سید خان جہان بارہہ (المتوفی سنہ ۱۹ جلوس) (۲) اعظم خان (۳) عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ (المتوفی سنہ جلوس) (۴) صدر الصدور سید جلال بخاری (المتوفی سنہ ۲۰ جلوس) (۵) خسرو ولد نذر محمد خان جلد ۲ ص ۷۱۷،

خافی خان نے اس قسم کی کوئی فہرست نہین دی ہے، البتہ صوبون کی آمدنی لکھتے ہوئے کہتا ہے کہ:۔

"چون در خاتمہ جلد ثانی تاریخ شاہ جہان نامہ کہ مراد از آخر سال بستم از جلوس باشد، در ذکر کیت منصبداران جاگیردار و نقدی و تابینان و جمع دامی صوبجات بزبان خامہ دادہ بہ تبعیت آن کلمہ چند ازان بر صفحہ بیان می آرد" جلد ۱ ص ۷۱۷۔

اب یہ بات صاف ہے کہ اس نے جس شاہ جہان نامہ کا تذکرہ کیا ہے، وہ عبدالحمید ہی کا بادشاہ نامہ ہوسکتا ہے، اس کے سوا کسی دوسرے کی کتاب دو جلدون مین نہین ہے، عبدالحمید نے جو شش ہزاری نام دیئے ہین ان مین نہ امان اللہ کا نام ہے اور نہ صادق خان کا (کہ وہ عرصہ ہوا مر چکا تھا) اور نہ علاء الملک کا اس کے علاوہ ہمارے صادق مصنف نے جو فہرست شش ہزاریون کی دی ہے، وہ کسی صورت سے بھی شاہجہان کے عہد کی نہین ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ تمام چیزین مورخ کی ایجاد ہین،

(۱۱) شاہجہان جب ۲۵ سنہ جلوس مین کشمیر سے لوٹا ہے تو ایک پرانے پل کے ٹوٹ جانے سے بہت کچھ جان و مال کا نقصان ہوا تھا، اس کے متعلق ہمارے مصنف کا بیان ہے،

"در منزل صفاآباد وقت عبور لشکر از بالائے پل آب دریا کہ کہنہ شدہ بود و از سبب ازدحام خلق تختہ آن در ہم شکست و خلق انبوہ معہ اسپ و گاؤ و شتر دران تہلکہ مستغرق بحر فنا گردیدند و عجب مصیبت بلشکر گذشت، خصوص دو غلام و سہ راس اسپ و یک شتر بار معہ اسباب ضروری این مؤلف نیز دران گردان با غرق شدہ" ص ۲۸۱۔

خافی خان اس واقعہ کو تقریباً انھی الفاظ مین بیان کرتا ہے:۔

"در منزل آصف آباد وقت عبور از بالائے پل آب دریا کہ کہنہ بسیار شدہ بود، از سبب ازدحام مردم شکست، و قریب دو صد و پنجاہ آدم، و جانور، و مال بسیار در آب افتاد" جلد ۱ ص ۷۱۳۔

سرکاری مورخ وارث لکھتا ہے:۔

چہارم (رمضان سنہ ۲۵ ج) بآصف آباد . . . . . متوجہ گشتند . . . . . پل از ہجوم مردم شکستہ، جمعے از سوار و پیادہ در آب افتادند، سوار از یازدہ بیشتر بود و از پانزدہ کمتر و پیادہ از سی بیش و از چہل کم بادشاہ نامہ وارث ص ۹۔

ان بیانات کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف بھی اس سفر مین ساتھ تھا لیکن افسوس کہ اس کا کہین بھی ذکر نہین، یا پھر ہم یہ تسلیم کر لین کہ یہ بھی ہمارے مورخ کی وہی دیرینہ ترکیب ہے،

(۱۲) "مرشد قلی خان را دیوان کل دکن و محمد صفی پسر اسلام خان را بخشیگری دکن و این مؤلف را وقائع نگاری چار صوبہ مذکور مقرر فرمودہ مرخص فرمودند" ص ۲۷۷۔

اب آپ خوش ہون گے کہ یہ اتنا صاف معاملہ ہے کہ اس مین ہم کو مصنف کا نام ضرور معلوم ہو جائیگا لیکن جب آپ خافی خان اور وارث کے بیانات پڑھین گے تو سخت مایوسی ہوگی،

خافی خان لکھتا ہے:۔

"مرشد قلی خان را بہ دیوانی کل دکن و محمد صفی پسر اسلام خان را بہ بخشیگری و وقائع نگاری دکن مامور و مرخص ساختند" جلد ۱ ص ۷۱۳۔

وارث کا بیان ہے:۔

"محمد صفی پسر اسلام خان بخلعت و منصب ہزاری پانصد سوار از اصل و اضافہ و خدمت بخشیگری و واقعہ نویسی، ہر چہار صوبہ دکن و مرشد قلی بخلعت و منصب ہزاری پانصد سوار سابق لاحق و خدمت دیوانی

بالاگھاٹ میاہی گشتند، ص۱۳

آپ خود فیصلہ کرلین کہ تقسیم مناصب کے باب مین ہمارے مورخ کا رویہ کتنا منصفانہ ہے، کہ کبھی اپنی [illegible] کو فراموش نہین کرتا،

(۱۳) اب آگے چل کر ایک نئی بات شروع ہوتی ہے، یعنی ہمارا مورخ کم از کم اپنی ہی زبان سے محمد صادق خان نہین رہتا، بلکہ کوئی دوسرا شخص ہو جاتا ہے، کیونکہ اب وہ اس کا نام محمد صادق خان مولف بادشاہنامہ کی حیثیت سے لیتا ہے،

"ہر چند بادشاہ زبانی صادق محمد خان مؤلف بادشاہ نامہ پیغام بر آمدن پیش خانۂ حضور بدار اشکوہ فرمودند، فائدہ نہ بخشید" ص۳۱۳،

خافی خان

"گویند فردوس آشیانی دار اشکوہ را کہ ر مانع بر آمدن گردیدہ گفتند از رفتن تو زیادہ مادہ ستیز و خیرہ ساختن ہر دو برادر خواہد گردید و خود قصد بر آمدن یا رادۂ صلح و فہماندن ہر دو گو ہر درج سلطنت نمودہ حکم پیش خانہ بیرون زدن فرمودند دار اشکوہ راضی نشد" جلد ۲ ص۲۱

ہم کو یہان پر بھی افسوس کے ساتھ اس بات کا علم ہوتا ہے کہ ہم اس نئے مصنف کا پتہ نہ چلا سکے،

(۱۴) "جعفر خان عموی مؤلف بادشاہ نامہ کہ در ہمان ایام شورش و ہنگامہ از تغیر محمد معظم میر جملہ بوزارت مقرر گشتہ بود، با رائے رایان، و تقرب خان و باقی خان و دیگر نامداران آمدہ ملازمت نمودند" ص۲۲۰

خافی خان اس موقع پر بالکل خاموش ہے، وہ ان لوگون کے آنے تک کا تذکرہ نہین کرتا، البتہ عالمگیر نامہ مین جعفر خان اور تقرب خان کے آنے کا حال لکھا ہے،

"نوزدہم (رمضان) . . . جعفر خان . . . و تقرب خان . . . سعادت اندوز ملازمت اشرف گشتہ" جلد ۱ ص۱۱۲،

بادشاہ نامہ کے مؤلف کے چچا کا نام جعفر خان تھا اور وہ شاہجہان کا آخری وزیر تھا، اسلیے آیئے دیکھین [illegible] کے کون کون سے بھتیجے ہین، شاید اس سے یہ معاملہ حل ہو سکے:۔ مختلف کتابون سے جو شجرہ مین نے مرتب [illegible] ہے، وہ مفصل ہے، لیکن یہان صرف اس کے بعض حصص کو دے دینا چاہتا ہون جس سے جعفر خان کے [illegible] بھتیجون کا حال معلوم ہو سکے،

محمد شریف ہروی،

- آقا طاہر وصلی
  - (بادشاہ نامہ کا مفروضہ مصنف) صادق خان = صبیہ
    - [illegible]صبیہ بہرام
    - مرحمت خان
    - التفات خان
    - جعفر خان (وزیر) = فرزانہ بیگم بی بی جیو
      - عزیز الدین (مخاطب بہ [illegible] منذ خان اول)
      - شرف الدین
      - محمد مراد التفات خان
- غیاث الدین اعتماد الدولہ
  - ابو الحسن آصف خان یمین الدولہ

ان تینون بھتیجون مین سے کسی ایک کے متعلق بھی ہم کو اس بات کا علم نہین ہے کہ آیا ان مین سے [illegible] بھی کسی کتاب کا مصنف تھا،

(باقی)

حقِ معاوضہ

از

پروفیسر محمد تیمور صاحب ایم اے، اسلامیہ کالج پشاور

احمد رشید میرے پرانے دوست ہین، سلطان اکبر ایک معزز سرکاری عہدے پر ممتاز ہین، اور ا
رشید کے پاس اکثر آتے جاتے ہین، ان کا اکثر وقت اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے مین خرچ ہو جاتا ہے
طبیعت قدرۃً ذہین پائی ہے، اس لیے سرکاری کاروبار مین بھی کئی نئے مسائل پیدا کر لیتے ہین، اور ا
حل سوچتے رہتے ہین، جب کبھی انھین کوئی نیا مسئلہ سوجھتا ہے تو احمد رشید کے ساتھ اکثر مباحثہ کرتے ہ
احمد رشید کو اگرچہ دنیاوی امور کا تجربہ تو نہین، مگر ان کے تخیل کا پرواز بہت بلند ہوتا ہے، ایک طرف
تجربہ اور دوسری طرف بلندیِ خیال، جب دونون کا تصادم ہوتا ہے تو اس بجلی سے عجیب پُر لطف رنگ
پیدا ہوتی ہے، جس سے مضامین نئی صورت مین نظر آتے ہین، مین خود تو ان مباحثون مین شامل نہین ہو
مگر احمد رشید صاحب کبھی کبھی کوئی واقعہ سنا دیتے ہین، چند روز ہوئے انھون نے ایک مکالمہ سنایا، جو
اس قدر دلچسپ ہے کہ میرے خیال مین اگر اسے شائع کیا جائے تو عام طور پر پسند کیا جائے گا، مجھ کو
اس کے دُہرانے مین اتنا لطف آتا ہے کہ اب تک مین کئی احباب کو سنا چکا ہون،

ایک دن احمد رشید اپنے گھر مین بیٹھے ہوئے تھے کہ سلطان اکبر موٹر سے اتر کر اندر آئے، موٹر مین
چند اور اصحاب بھی سوار تھے، موٹر انھین لے کر چلی گئی، آتے ہی سلطان اکبر نے کہا "جوان کی ابتدا ہے وہ
انتہا ہے، دنیا مین کیا انصاف ہے؟"

احمد رشید - یہی دنیا کی ترقی کا راز ہے، جہان ہمارے آبا و اجداد پہنچے ہم نے وہان سے شروع کیا، ہم

ہم ٹھہر جائین گے وہان سے ہماری آئندہ نسل چلے گی، اس مین کیا بے انصافی ہے، ترقی ایک سلسلہ ہے، جب تک ابتدائی
مراحل طے نہ کرین گے آپ انتہائی منزل پر کس طرح پہنچ سکتے ہین،

سلطان اکبر - آپ میری بات نہین سمجھے، آپ نے دیکھا یہ نوجوان جو میرے ساتھ سوار تھے، یہ نئے اسسٹنٹ
کمشنر ہین، حرام ہے جو کسی قسم کے معاملات کی سمجھ رکھتے ہون یا انھین کوئی علمی واقفیت ہو، میرا مطلب یہ تھا کہ
جوان کی تنخواہ کی ابتدا ہے وہ ہماری انتہا ہے، حالانکہ معاملہ فہمی یا انتظامی اور علمی امور مین اگر یہ دس سال ہم سے
سبق لین تو ہم سکھا سکتے ہین، اور اسی پر منحصر نہین اس سے بڑے بڑے عہدہ دارون کا یہی حال ہے پھر بھی وہ
افسر ہین اور ہم ماتحت، وہ اعلیٰ اور ہم ادنیٰ، انگریزی تک بھی ان بچارون کو لکھنی نہین آتی حالانکہ اگر ان کے
لیے کوئی وجہِ ترجیح ہو سکتی ہے تو یہی ہو سکتی ہے، کیا یہ انصاف ہے؟

احمد - آپ کو اپنی ضروریات کے لیے کافی روپیہ ملتا ہے، بلکہ میرے خیال مین اپنے حق سے زیادہ ملتا ہے
آپ کو کوئی شکایت نہین ہونی چاہیئے،

سلطان - یہ آپ نے کیسے کہا؟ کیا جنکو تین تین چار چار ہزار تنخواہ ملتی ہے وہ ہم سے زیادہ قابل ہین؟
یہ نہین ہے آپ کو تو سب معلوم ہے، آپ سے یہ بات سنکر مجھے بہت افسوس ہوا ہے میرا تو یہ تجربہ ہے کہ بڑے سے بڑے
افسر بھی ملکی تدبیر اور معاملہ فہمی مین ہم سے کم ہین اور یہ میرا قیاس نہین بلکہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے، جب کوئی
مشکل مسئلہ پیش آتا ہے تو مجھے بلوایا جاتا ہے اور آخر وہی قرار پاتا ہے جو میری رائے ہو، بڑے صاحب کئی کئی مین
بحث کرتے ہین اور اپنی بات پر بہت زور دیتے ہین، مگر آخر مباحثہ کے بعد انھین تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان کی
رائے خام تھی اور میری صحیح تھی،

احمد - مین نے یہ کب کہا ہے کہ وہ آپ سے قابل ہین؟

سلطان - تو آپ کا یہ کہنے سے کیا مقصد ہے کہ مجھے جو تنخواہ ملتی ہے مین اس کا مستحق نہین؟

احمد - میرا یہ مطلب ہے کہ آپ کو اس سے کم ملنی چاہیئے،

سلطان ۔ اور صاحب لوگون کو؟

احمد ۔ ان کو بھی کم ملنی چاہیئے،

سلطان ۔ اگر ان کو بھی کم ملے تو مجھے اور بھی کم لینے مین عذر نہین بشرطیکہ تنخواہ کا تناسب لیاقت اور کارگذاری کے مطابق ہو، صرف گذارنے کا سوال ہو تو بہت تھوڑے مین بھی گذارہ ہو سکتا ہے،

احمد ۔ آپ میرے دوست ہین، مین آپ کا حقیقی خیر خواہ ہون اس لیے مین نہین چاہتا کہ آپ یہ مطالبہ کرین کہ آپ کی تنخواہ اس سے زیادہ ہو،

سلطان ۔ یہ کیون؟ کیا یہ عالمگیر اصول نہین کہ تنخواہ قابلیت کے تناسب سے ہو،

احمد ۔ نہین! بالکل نہین، دنیا مین تین بڑے مذہب ہین، بدھ، عیسائیت اور اسلام، ان مذہبون کے پیشواؤن نے روپیہ کو قابلیت کا معیار قرار نہین دیا، اور نہ یہ قانون بنایا کہ ہر شخص کو اس کی قابلیت کے مطابق روپیہ ملے، گوتم بدھ نے اپنی آبائی جائداد کو بھی چھوڑ دیا، مسیح نے اپنے پیرو دن کو تلقین کی کہ اس دنیا مین اندوختہ جمع نہ کرو، بلکہ اگلی دنیا کے لیے سرمایہ پیدا کرو، محمدؐ نے باوجود بادشاہی طاقت کے مال کو ہاتھ نہین لگایا، بلکہ قوم مین بانٹ دیا، اور جب گھر والون نے کچھ چاہا تو انھین علحدہ کر دینے کی دھمکی دی، اگر روپیہ قابلیت کے مطابق ہوتا تو چاہیے تھا کہ محمدؐ اپنے لیے شاہانہ سامان مہیا کرتے، اور اگر وہ چاہتے تو کر سکتے تھے،

سلطان ۔ یہ تو آپ نے بہت بڑی مثالین پیش کر دین،

احمد، آپ کو اپنی قابلیت کا دعوی تھا اس لیے مین نے بڑے بڑے قابل لوگون کی مثالین پیش کین، اگر آپ مین ان کی تقلید کا حوصلہ نہین تو لیجئے ان سے چھوٹون کی مثالین سن لیجئے، حضرت عمرؓ کا قاعدہ تھا کہ مال غنیمت کو برابر تقسیم کرتے تھے، اپنے لیے بھی وہ اتنا ہی حصہ رکھتے تھے جتنا ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو دیتے تھے، حج کا قصہ تو آپ کو معلوم ہی ہے، جب وہ شام کی طرف بحیثیت فاتح گئے تو صرف ایک ملازم

کے ساتھ گئے دونون کے پاس ایک اونٹ تھا اسی پر باری باری سوار ہوتے گئے، جب شہر کے قریب پہنچے تو ملازم کی باری تھی، حضرت عمرؓ پیدل داخل ہوئے اور ملازم سوار، . . . . . .

سلطان ۔ یہ تو اہل اللہ کی مثالین ہین، انھون نے خود اپنا حق چھوڑ دیا مین نہین چھوڑنا چاہتا،

احمد ۔ میرا خیال تھا کہ آپ بھی مسلمان ہین اور اہل اللہ مین سے ہین، خیر کچھ حرج نہین، دنیا دارون، ملحدون اور دہریون کی مثالین سن لیجئے، یورپ مین جتنے قابل مصنف وسائنس دان ہین ان کی آمدنی کا ایکٹرون مسخرون اور گانے والون کی آمدنی سے مقابلہ کیجئے،، . . . . .

سلطان ۔ آپ غیر متعلق باتین کر رہے ہین، اگر یورپ مین بھانڈون اور مسخرون کی زیادہ قدر ہے اور قابل لوگون کی بے قدری ہے تو اسے آپ ہماری حق تلفی کی دلیل نہین بنا سکتے، اگر ہماری حق تلفی ہوتی ہے تو ہم شکایت کرنے مین حق بجانب ہین۔

احمد ۔ میرا مطلب یہ ثابت کرنا تھا کہ دنیا مین روپیہ قابلیت کا معیار نہین، اور نہ یہ درست ہے کہ جتنی کسی کی قابلیت زیادہ ہو اتنا ہی اس کا حق ہے کہ وہ زیادہ مالدار ہو، پہلی بات تو ثابت ہو چکی ہے خود آپ کا وجود اس کا زندہ ثبوت ہے کہ کسی شخص کی قابلیت کا اندازہ اس کی تنخواہ سے نہین لگا سکتے، اب دوسری بات کے ثابت کرنے کے لیے چند دلائل کی ضرورت ہے، آپ نے نبیون کی مثال کو تو یہ کہکر ٹال دیا کہ انھون نے اپنا حق چھوڑ دیا آپ نہین چھوڑنا چاہتے، اب ہمین یہ دیکھنا ہے کہ کیا آپ کا حق ہے کہ آپ اتنی تنخواہ بھی پائین جتنا آپ پا رہے ہین، ہم آپ کی قابلیت کو تسلیم کرتے ہین مگر اس بات کو تسلیم نہین کرتے کہ چونکہ آپ بہت قابل ہین اس لیے آپ کو بہت روپیہ بھی ملنا چاہیئے،

سلطان، یہ محال ہے، آپ یہ ثابت نہین کر سکتے، مجھے ڈر ہے کہ آپ کو اس کوشش مین بہت بڑی زک اٹھانی پڑے گی،

احمد ۔ میرا مقصد فتح یا شکست نہین ہے میرا مقصد صرف حقیقت تک پہنچنا ہے، اگر مین اس بات کے

ثابت کرنے مین ناکام رہون گا، اور آپ کا دعوی ثابت ہو جائے گا تو بھی مین اپنے آپ کو کامیاب سمجھونگا

کیونکہ اس ذریعہ سے مین اس مسئلہ کی حقیقت تک پہنچ جاؤن گا، اگر آپ میرے سب سوالون کا جواب دینے

کا وعدہ کرین تو مین بحث شروع کرون،

سلطان - مین تو اسی لیے آپ کے پاس آتا ہون کہ وقت دلچسپ بات چیت مین گذر جائے، آپ

جتنے چاہین سوال پوچھین، مین تیار ہون،

احمد - بہت اچھا تو فرمائیے کہ قابلیت اور معاوضہ مین کوئی تناسب مقرر ہے، یعنی کیا یہ فیصلہ شدہ

امر ہے کہ اتنی قابلیت ہو تو اتنا معاوضہ ملے، کم سے کم قابلیت کا کیا معاوضہ ہے اور زیادہ سے زیادہ

کا کیا ہے، جب یہ دونون حدود قائم ہو جائین گی تو ہم درمیانی مدارج کی نسبت آسانی سے فیصلہ کرسکینگے

سلطان - ہر محکمے مین ایک ابتدائی گریڈ ہوتا ہے اور ایک انتہائی، یہی دو گریڈ کم سے کم اور زیادہ

سے زیادہ قابلیت کے معیار ہین،

احمد - آپ محکمون کی دنیا سے باہر ہو کر بات کرین، تمام دنیا کے پیشون اور ملازمتون کو خیال مین

ایک جگہ جمع کر کے فرمائین کہ اقل قابلیت کا معاوضہ کیا ہے، یعنی دنیا مین جو انسان ناقابل ترین شمار

ہوتے ہین ان کے لیے صحیح معاوضہ کیا ہے، غالبًا سرکاری محکمون مین معاوضہ مدتِ ملازمت کے تناسب

سے بڑھتا ہے نہ کہ قابلیت سے،

سلطان، مدتِ ملازمت قابلیت کا معیار خیال کیجاتی ہے، اور خاص درجون پر پہنچ کر مدتِ ملازمت

کو نظر انداز کر کے خاص قابلیت کی بنا پر ترقی دیجاتی ہے،

احمد - بہت اچھا تو آپ فرمائیے کہ ادنی ترین قابلیت کا صحیح معاوضہ کیا ہے؟

سلطان - مین آپ کی بات نہین سمجھا ذرا وضاحت سے بیان فرمائیے،

احمد - آپ ملک ہندوستان ہی کو لے لیجئے، یہان ادنی ترین کام جن کے لیے ادنی ترین قابلیت کی

ضرورت ہے، یہ ہین کہ، کاشتکاری قلی گری جسمین بوجھ اٹھانے اور زمین کھودنے کے سب قسم کے کام شامل

ہین، جب سڑکین یا عمارتین بنتی ہین، نہرین کھدتی ہین تو پتھر باٹی وغیرہ ڈھونے کا کام بھی لوگ کرتے ہین

ان سے بھی ادنی کام مہترون کا ہے، دغیرہ وغیرہ، اب آپ فرمائیے کہ یہ لوگ کتنے معاوضہ کے مستحق ہین،

سلطان - ان مین بھی مدارج ہین،

احمد - جو ان مین سے بھی ادنی طبقہ ہے اس کا کیا حق ہے؟

سلطان - یہ تو مین اس وقت نہین کہہ سکتا، اس بات کے سوچنے کے لیے بہت وقت درکار ہے

غالبًا اس کے لیے ایک تحقیقاتی کمیشن بیٹھنی چاہیئے. ہان، ذرا ٹھہریے. . . . . (تھوڑی دیر سوچکر)

جو معاوضہ ان کو مل رہا ہے وہی ٹھیک ہے،

احمد - یہ بھی تو معلوم نہین کہ ان کو کیا معاوضہ مل رہا ہے، اچھا یہ فرمائیے کہ ایک کاشتکار جو سال

بھر کی محنت کے بعد ایک مقدار اناج، اور کپاس کی پیدا کرتا ہے جو پانچ چھ آدمیون کی خوراک اور کپڑے

کے لیے کافی ہے، کیا اس کا حق ہے یا نہین کہ وہ سال بھر پیٹ بھر کے کھانا کھائے اور سردی گرمی سے

بچنے کے لیے مناسب اور صاف کپڑا پہنے، صاف ستھرے اور ہوادار مکان مین رہے، اگر بیمار ہو تو

اس کا صحیح علاج کیا جائے کیا ایک مہتر جو غلیظ ترین اشیاء کو اٹھا کر باہر لے جاتا ہے اور آپ کے گھرون

کو رہنے کے قابل بناتا ہے اور وباؤن کا انسداد کرتا ہے کیا اس کا حق ہے یا نہین کہ صحت بخش غذا کھائے

ہوادار مکان مین رہے اور صاف کپڑے پہنے جن سے بیماری پیدا نہ ہو اگر بیمار ہو جائے تو اس کو

دوا دیجائے، اسی طرح ہر مزدور اور پیشہ ور کی نسبت میرا یہی سوال ہے،

سلطان - ہان! اتنا تو ہر انسان کا جو محنت کرے حق ہے،

احمد - کیا آپ تسلیم کرتے ہین، کہ کاشتکار، مہتر، مزدور، جولاہے وغیرہ مفید کام کرتے ہین اور

وہ کم سے کم اقل معاوضہ کے مستحق ہین،

سلطان - اتنا تو ہر ایک کو ماننا پڑے گا،

احمد - پھر کیا کاشتکارون، مہترون، مزدورون وغیرہ کو اتنا معاوضہ ملتا ہے، کیا وہ پیٹ بھر کے صحت بخش غذا کھاتے ہین، کیا وہ گرمی سردی مین مناسب لباس پہن سکتے ہین، کیا سینکڑون محض گرم کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے نہین مرتے، کیا ان کے پاؤن ننگے نہین ہین؟ - کیا وہ دھوپ مین ننگے پاؤن اور ننگے سر نہین چلتے اور دھوپ سے نہین مرتے، کیا ان کے پاس ہوادار مکان بنانے کے لیے روپیہ ہے، کیا ان مکانون کی خرابی کی وجہ سے ہزارون لاکھون دبا سے نہین مرتے؟

سلطان، یہ صحیح ہے، مگر آپ اس سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہین، ان کے ساتھ بھی بے انصافی ہوتی ہے جیسے ہمارے ساتھ ہوتی ہے،

احمد - مین اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہتا ہون کہ اس ادنیٰ ترین طبقہ کو کم سے کم اتنا معاوضہ ملنا چاہیئے کہ وہ مناسب غذا کھا سکین، مناسب کپڑا پہن سکین، صحت بخش مکانون مین رہ سکین اور بیماری مین علاج کرا سکین، بے علاج نہ مرین،

سلطان، بلکہ یہ بھی کہ تعلیم پا سکین،

احمد - یہ اوپر کا درجہ ہے، مین ابھی صرف اتنا مطالبہ کرتا ہون کہ وہ اپنی زندگی کو قائم رکھ سکین، اور ظاہر ہے کہ ہر مزدور کا اتنا حق تو ضرور ہے کہ وہ اپنی زندگی کو قائم رکھ سکے، تعلیم کا مین ابھی مطالبہ نہین کرتا،

سلطان - مین متفق ہون،

احمد - جب ان لوگون کا اتنا حق مسلم ہے تو پہلے ان کے اس حق کو پورا کرنا چاہیئے اور بعد مین اعلیٰ طبقون کے لیے معاوضہ کا فیصلہ کرنا چاہیئے،

سلطان - مجھے ڈر ہے کہ اس صورت مین اعلیٰ طبقون کے لیے کچھ نہین بچے گا،

احمد - نہین، تمام محنت کش آبادی کو خواہ اعلیٰ ہو یا ادنیٰ اس اقل معاوضہ مین شامل کرنا چاہیئے

اگر اس مساوی تقسیم کے بعد کچھ بچ رہے تو پھر اعلیٰ طبقون کے حقوق کی تفتیش کیجائے گی،

سلطان، تعلیم کا مسئلہ بھی کھانے اور لباس سے کم ضروری نہین،

احمد، بہت بہتر - تو جو روپیہ ان لازمی حوائج کے پورا کرنے کے بعد بچ رہے وہ تعلیم پر خرچ کیا جائے، اب چونکہ آپ نے شروع سے قابلیت کا سوال اٹھایا ہے، تعلیم کے مستحق بھی وہی ہونگے جو قابلیت رکھتے ہون،

سلطان، مجھے تسلیم ہے، مگر آپ نے یہ تو ثابت نہین کیا کہ مین باوجود قابلیت کے زیادہ تنخواہ کا مستحق نہین، آپ نے تو بلکہ میری تائید کی ہے،

احمد - میرے استدلال کا سلسلہ چل رہا ہے، مین اپنے مقصود کے قریب آ رہا ہون، آپ نے تسلیم کیا ہے کہ تمام آبادی کو اقل معاوضہ دینے اور تعلیم کا انتظام کرنے کے بعد کچھ باقی نہین رہے گا،

سلطان - میرا خیال ہے، اصل بات حساب کرنے سے پتہ چلے گی، اگر کاشتکار اور مزدور اور مہتر کے لیے ہم اتنا چھوڑین تو خزانہ سرکاری مین بہت ہی تھوڑی رقم آئے گی، اور شاید نہ ہی آئے،

احمد - ہم فرض کر لیتے ہین کہ کچھ آ جائے گا، اب آپ اپنا حق اور اپنی فوقیت ثابت کیجئے،

سلطان، میرے حق کو آپ پہلے تسلیم کر چکے ہین،

احمد - مین نے آپ کی ذہنی قابلیت کو تسلیم کیا ہے، مگر زیادہ معاوضہ کے حق کو تسلیم نہین کیا، یہی امر تو متنازعہ فیہ ہے، اچھا فرمایئے، یہ حق آپکا کس پر ہے کون آپ کے معاوضہ کو بڑھائے،

سلطان - گورنمنٹ،

احمد - گورنمنٹ روپیہ کہان سے لاتی ہے، اور کس کی خدمت کے بدلے مین معاوضہ ملتا ہے؟

سلطان - روپیہ تو سب ادنیٰ طبقہ کی محنت سے آتا ہے اور اگرچہ ہم گورنمنٹ کی خدمت کرتے ہین، مگر گورنمنٹ بھی چونکہ تمام آبادی کی نمایندہ ہے اسلئے ہم بالواسطہ تمام آبادی کی خدمت کرتے ہین،

احمد - تو اصل حق آپ کا رعایا پر ہے، یا زیادہ صحیح لفظون مین آپ لوگ جو براہ راست اپنے ہاتھون سے

غلہ، کپڑا یا ضروریاتِ زندگی پیدا نہین کرتے بلکہ مزدور پیشہ لوگون کی رہنمائی کرتے ہین آپ کا حق ہے کہ مزدور
پیشہ لوگ آپ کو اپنی کمائی ہوئی دولت مین سے معاوضہ دین، گویا یہ ایک قسم کا تبادلہ ہے، آپ مزدورون
کی رہنمائی کرتے ہین اور وہ اس کے بدلہ مین آپ کو کھانے اور پہننے کے لیے دیتے ہین،

سلطان۔ آپ نے بہت صحیح تشریح کی ہے،

احمد۔ اب جیسی آپ کی رہنمائی ہوگی اتنا ہی آپ کا معاوضہ ہونا چاہیے،

سلطان۔ درست ہے،

احمد۔ فرمایئے آپ ادنیٰ طبقہ کی کیا رہنمائی کرتے ہین، کیا آپ نے انھین زیادہ غلہ پیدا کرنے کی
ترکیب بتائی ہے اور اس مین کامیابی ہوئی ہے، کیا آپ نے زیادہ مقدار مین کپڑا بنانے کا انتظام کیا ہے، کیا
آپ نے ان کے گھرون کو صاف اور ہوادار بنانے کی کوئی تجویز کی ہے؟

سلطان۔ یہ نہین مگر ہم ملک مین امن قائم رکھتے ہین، اگر امن نہ ہو تو کوئی کام بھی نہ ہو سکے، نہ کسی کا
گھر محفوظ رہے اور نہ کوئی فصل پیدا ہو،

احمد۔ کیا آپ لوگون یعنی سرکاری حکام کے بغیر امن قائم نہین رہ سکتا،

سلطان۔ نہین،

احمد۔ فرض کیا کہ دو شخص ایک جگہ اکھٹے رہتے ہین، دونون زمین کو کاشت کرتے ہین اور غلہ وغیرہ
پیدا کرتے ہین، ایک ان مین سے زیادہ حریص ہے، وہ اپنی پیداوار پر قانع نہین اور چاہتا ہے کہ اپنے ہمسایہ
کی پیداوار مین سے کبھی کبھی کچھ حصہ لے لیا کرے، فرض کیا کہ دوسرا اس سے اپنے ہمسایہ کو خوش رکھنے
کے لیے اپنی پیداوار کا دسوان حصہ دینا پڑتا ہے، اب ایک تیسرا شخص آتا ہے اور اس کسان کو کہتا ہے کہ
تمھارا ہمسایہ تم پر ظلم کرتا ہے اس لیے بہتر ہے کہ تم مجھے اپنا بادشاہ بنا لو، اور اپنے طامع ہمسایہ کو بالکل کچھ
نہ دو، اب یہ تیسرا شخص دونون کا بادشاہ بنکر امن کا ذمہ دار بنجاتا ہے، مگر چونکہ یہ خود کام نہین کرتا، یہ بطور

مالیہ دونون کی آمدنی کا نصف یا چوتھا یا آٹھوان حصہ لیتا ہے، (آپ کو سرکاری مالیہ کی مقدار تو معلوم ہی ہے)
وسطاً چوتھا یا پانچوان حصہ آمدنی کا ہوتی ہی، اب فرمایئے کہ اس تیسرے بیکار شخص نے کاشتکارون کو کیا فائدہ
پہنچایا، اس کے علاوہ جب ایک کاشتکار دوسرے پر زیادتی کرتا ہے تو اسے اور روپیہ خرچ کرکے عدالتون
مین ہیون ذلیل ہونا پڑتا ہے، وہ اپنے کام سے بھی رہ جاتا ہے، پھر بھی یقین نہین ہوتا کہ اس کے ساتھ انصاف
ہوگا، یہ تو آپ کی رہنمائی ہے، یہ خدمت ہے جو آپ رعایا کی کرتے ہین، اب آپ ہی فرمایئے اس کا کیا معاوضہ
ہونا چاہیے؟

سلطان۔ ملک مین عام طور پر تو ابتری نہین پھیلتی، اگر ہم نہ ہون یعنی سرکاری عملہ نہ ہو، پولیس اور
فوج نہ ہو تو کھیتی باری بھی نہ ہو اور لوگ قحط سے مر جائین،

احمد۔ سرحدی قبائل بہت مزے سے زندگی بسر کر رہے ہین، وہ لوگ نہ کسی کو مالیہ دیتے ہین
اور نہ کسی کو حاکم بناتے ہین، اپنے جھگڑے جرگے یعنی پنچایت سے فیصلہ کر لیتے ہین، اگر دشمن حملہ آور ہو تو
خود ہی ہتھیار اٹھا کر لڑنے لگتے ہین، وہان انگریزی علاقہ سے زیادہ قتل کی وارداتین نہین ہوتین،

سلطان، وہان اگرچہ وارداتین تو زیادہ نہین ہوتین مگر ہر شخص کو ہر وقت خطرہ تو رہتا ہے اسی
لیے وہ لوگ ہر وقت مسلح رہتے ہین،

احمد۔ یہ ان کے طریقِ حکومت کا قصور نہین، انگریزی علاقہ مین بھی پٹھان ہر وقت اپنے دشمنون کی
طرف سے خطرے مین رہتے ہین، اس لیے ان کا بھی چاقو یا پستول کے بغیر گذارہ نہین ہو سکتا، یہ مادۂ انتقام
پٹھانون کے ساتھ مخصوص ہے، اگر ہندوستان کے لوگ پنچایت کے طریق پر کام کرین تو امن قائم رکھ سکتے
ہین، فرض کیا کہ امن آپ لوگون کے بغیر قائم نہین رہ سکتا اور اس مین بھی آپ قصوروار ہین کہ آپ نے اس ادنیٰ
طبقہ کو تعلیم نہین دی بلکہ جو روپیہ ان کی تعلیم پر خرچ ہونا چاہیے تھا وہ اپنی شاہانہ تنخواہون پر خرچ کیا،
فرض کیا کہ آپ لوگون کے بغیر امن قائم نہین رہ سکتا، تو پھر آپ اتنا معاوضہ لین جو اس چوکیداری کا صحیح

معاوضہ ہے، نہ یہ کہ تمام دولت اپنے قبضہ مین کر لین، آپ پہلے تسلیم کر چکے ہین کہ خزانہ سرکاری مین وہی آنا چاہیئے، جو ادنیٰ طبقہ کو اقل معاوضہ دینے اور ان کی تعلیم کا انتظام کرنے کے بعد بچے،

سلطان، اگر نہ بچے تو نہ سہی، میری بحث تو اپنے حق پر ہے، اگر بچے تو ہمارا کیا حق ہو،

احمد۔ آپ کا حق صرف حفاظت کا حق ہے، اور یہ بھی محقق نہین، مین کہتا ہون کہ آپ کے بغیر امن قائم رہ سکتا ہے، آپ کہتے ہین کہ نہین، اب مین ایک اور دلیل دیتا ہون، اگر ملک مین جمہوری طریق حکومت قائم کر دیا جائے، پنچایتون کو فوجداری اختیارات دیدیئے جائین، تمام مجسٹریٹون اور سرکاری افسرون کی تنخواہین کم کر دیجائین، اور سب کو اقل معاوضہ کے مطابق تنخواہ دی جائے تو زیادہ آسانی سے امن قائم رہ سکتا ہے، اور لوگون کو انصاف حاصل کرنے مین آسانی ہو سکتی ہے،

سلطان، اگر تنخواہین کم کر دی جائین تو رشوت کا بازار گرم ہو جائے گا،

احمد، کیا اب رشوت کا بازار باوجود بڑی بڑی تنخواہون کے گرم نہین ہے، رشوت ستانی کی دو وجہین ہین، ایک تو یہ کہ افسران بالا جنپر انتہائی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ماتحت افسرون کی پوری نگرانی نہین کرتے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ ان افسران بالا پر عوام کا کوئی دباؤ نہین، دوسری وجہ یہ ہے کہ عوام کو افسرون کی رعایا سمجھا جاتا ہے، افسر حکام ہین اور عوام رعایا، اب رعایا بیچاری اپنے حکام کے خلاف کیا کر سکتی ہے، اگر عوام کے ہاتھ مین اختیارات ہون اور افسران سرکاری ان کے ملازم شمار کیے جائین تو رشوت ستانی فوراً بند ہو جائے، نوکر اپنے مالک سے کس طرح رشوت لے سکتا ہے،

اب میری دلیل یہ ہے کہ جتنا فائدہ آپ عوام کو پہنچائین اتنا معاوضہ آپ کو ملنا چاہیئے، اگر آپ نے زمینون کی پیداوار مین کوئی معتدبہ اضافہ نہین کیا اور آپ کا کام صرف حفاظت کا ہے، اور یہ حفاظت بہت کم تنخواہ عہدہ دار بشرطیکہ وہ جمہور کے ماتحت ہون کر سکتے ہین تو آپ کا حق اس تنخواہ سے زیادہ کا نہین جو غالباً وہی ہوگی جو ایک مزدور یا کسان کو ملتی ہے،

سلطان، آپ ایک قیاسی حالت کو ذہن مین رکھکر دلیل دے رہے ہین جو موجود نہین ہے، موجودہ صورت حال یہ ہے کہ ہمارے ہی محکمے مین کم قابلیت کے لوگ ہم سے بہت زیادہ تنخواہ پا رہے ہین، کیا یہ صورت بے انصافی کی نہین ہے؟

احمد۔ بے انصافی کون کرتا ہے؟

سلطان۔ گورنمنٹ،

احمد۔ نہین اصل بے انصافی آپ کرتے ہین جو زیادہ تنخواہ مانگتے ہین، اصل معاوضہ دینے والے کاشتکار اور مزدور ہین، آپ ان کی اتنی خدمت نہین کرتے جتنا معاوضہ لیتے ہین، گویا جتنا روپیہ آپ لیتے ہین آپ غصب کرتے ہین، آپ ان کو لوٹ سے بچاتے ہین مگر خود لوٹتے ہین، آپ کی اچھائی تب ثابت ہوتی جب آپ ان کو لوٹ سے بچاتے اور خود بھی نہ لوٹتے،

سلطان، اور جو ہم سے زیادہ تنخواہ پاتے ہین؟

احمد۔ وہ آپ سے بڑھکر غاصب ہین، آپ مین خواہ کتنی بھی قابلیت ہو، جب تک وہ قابلیت کاشتکارون اور مزدورون کی خدمت مین صرف نہ ہو آپ کا حق نہین کہ آپ اُن سے معاوضہ مانگین، معاوضہ تو تبادلہ ہے، اگر آپ نے ان کو کوئی جنس دی بھی نہین تو آپ ان سے کس طرح تبادلہ مین دوسری جنس مانگتے ہین، یہ تو آپکو معلوم ہی ہے کہ سب ابتدائی ضروریات زندگی کے پیدا کرنے والے کاشتکار اور مزدور ہی ہین، آپ ان ہی سے لیکر کھاتے اور پہنتے ہین،

سلطان۔ اچھا ہمارا حق نہ سہی، کسی کا بھی حق فائق ہے یا نہین، وہ لوگ جنہون نے زمین کی پیداوار مین یا دوسری صنائع مین اپنی ایجادات سے ترقی کی ہے کیا ان کا بھی حق ہے یا نہین کہ وہ مزدور اور کسان سے زیادہ معاوضہ پائین،

احمد، ہان جنکا حق ثابت ہے ان کو زیادہ ملنا چاہیئے مگر بعض چیزین کتنی بھی اعلیٰ درجہ کی خدمت ہو معاوضہ

ے طور پر نہین ملنی چاہئین، مثلاً کوئی شخص کسی کا غلام یا ملازم نہین ہونا چاہیئے خواہ آپ مجھے کتنا ہی فائدہ پہنچائین
آپ کا یہ کبھی بھی حق نہین ہو سکتا کہ آپ قلیل سے قلیل مدت کے لیے بھی میری ہستی کے مالک ہو جائین، اس لیے کسی شخص
کو اس قسم کا یا اتنی تعداد مین معاوضہ نہین ملنا چاہیئے کہ وہ ترغیب یا ترہیب سے دوسرون پر مسلط ہو جائے، دوسرے
کسی شخص کو اتنا نہین ملنا چاہیئے جسکو وہ ضائع کر سکے یا جس سے وہ سوائے اس کے کوئی کام نہ لے سکے کہ اسے
تفاخر کا ذریعہ بنا رکھے، آجکل بہت دولتمند اپنی دولت کو صرف تفاخر کا ذریعہ سمجھتے ہین، ورنہ دولت ان کے کام
مین ذرا بھی نہین آتی، تیسرے اس قسم کا معاوضہ نہین ہونا چاہیئے جو اولاد کے لیے چھوڑ سکین، اولاد کو اپنی
قابلیت کے مطابق ملے گا، یہ کیا انصاف ہے کہ ایک غبی لڑکے کو لاکھون ملین اور ایک ذہین لڑکے کو کچھ نہ ملے
یا بہت کم ملے، یہ آپ ہی کی بنیادی دلیل ہے جو آپ کے مطالبہ کی جڑ ہے، اس لیے امید ہے آپ اس کو
ضرور تسلیم کرین گے، اس کے علاوہ ایک اور قسم کا معاوضہ بھی ہے جو روپیے سے زیادہ قیمتی ہے، یہ عزت
اور محبت ہے، ہم قابل ترین اشخاص کو یہ معاوضہ دیتے ہین،

سلطان ۔ لومڑی بہت اچھلی کودی مگر انگورون تک نہ پہنچ سکی تو کہنے لگی کہ کھٹے ہین، یہی آپکی مثال ہے

احمد ۔ لومڑی کے لیے بہتر ہوا کہ وہ انگورون تک نہ پہنچ سکی، اگر آپ کی طرح پہنچ جاتی تو خواہ وہ
کھٹے ہی ہوتے ندامت دور کرنے کے لیے، اسے کھانا پڑتا کہ میٹھے ہین، جیسے آپ کہہ رہے ہین، ناکامی اس
کامیابی سے بہتر ہے جسکو حاصل کرکے انسان زیادہ ناکامی اٹھائے، اس مین شک نہین کہ جب ایک
شخص دولت کی تلاش مین ناکام ہوتا ہے تو اسے خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جو لوگ اس مین کامیاب ہو رہے
ہین وہ اس کے مستحق ہین، جب وہ فیصلہ کر چکتا ہے کہ وہ مستحق نہین تو اپنی نسبت خیال کرتا ہے کہ کیا جو مجھے
مل رہا ہے مین اس کا مستحق ہون، تب اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود بھی مستحق نہین، پھر اسے خیال پیدا ہوتا ہے
کہ جو لوگ اس سے غریب ہین کیا وہ اس سے زیادہ معاوضہ کے مستحق نہین، تب اس پر یہ حقیقت کھلتی ہے، کہ
وہ مستحق ہین مگر ان کا حق غصب کیا جا رہا ہے، یہان فطری ذہانت یا چالاکی کا سوال نہین سوال یہ ہے کہ جب

دون کا ہم حصہ مانگتے ہین اس کے پیدا کرنے مین ہم بالواسطہ یا بلاواسطہ کوشش کرتے ہین، بہت سے حقائق انھی
لوگون پر منکشف ہوتے ہین جو پہلے ناکامی اٹھاتے ہین، بیچ کو جب بادشاہی نصیب نہ ہوئی تو اس نے کہا
مسکینی اور غربت ہی سب سے اچھی چیز ہے، اگر کسی شخص کو اپنے وطن مین روزگار نہ ملے اور وہ کسی اور ملک مین
جا کر آباد ہو جائے، اور وہان زندگی بسر کرنے کے وسائل اسے مہیا ہو جائین، پھر وہ شخص اگر دعویٰ کرے
کہ یہ ملک اس کے قدیمی وطن سے زیادہ سرسبز ہے تو کیا یہ دعویٰ صرف اسی بنا پر رد کرنے کے لیے لائق ہے
کہ چونکہ اسے اپنے وطن مین کامیابی نہین ہوئی اس لیے وہ دوسرے ملک کو اس پر ترجیح دے رہا ہے،
کیا انصاف ہے دونون ملکون کو دیکھ کر ان کا مقابلہ کرکے فیصلہ کرنا چاہیئے، ایجاد ضرورت سے ہی پیدا
ہوتی ہے، اور ضرورت ناکامی کا دوسرا نام ہے، جب ضرورت موجودہ وسائل سے پوری نہین ہوتی
تو نئے وسائل پیدا کرنے پڑتے ہین، اسی طرح کسی حقیقت کے پیدا ہونے کے وجوہ خواہ کچھ ہی ہون، ہمین
دیکھنا یہ ہے کہ وہ حقیقت حقیقت ہے یا نہین،

سلطان ۔ بحث بہت لمبی ہو گئی، اسے کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھین،

احمد ۔ بہت اچھا،

تلخیص و تبصرہ

لاطینی حروف اور ترک

حیدرآباد کے مشہور علمی اسلامی سہ ماہی اسلامک کلچر نے اپنی آخری اشاعت میں ایک فرانسیسی رسالہ مجلہ مطالعات اسلامی (Revue des Etudes Islamiques) کے نمبر ۲ و ۳ پر تنقید کرتے ہوئے اس کے ایک اہم مضمون کی جو لاطینی حروف سے متعلق ہے، تلخیص شائع کی ہے، یہ رسالہ حال ہی میں پیرس سے شائع ہونا شروع ہوا ہے، زیر تلخیص مضمون میں جوزف کستانے (Joseph Castagne) نے لکھا ہے، اُس تحریک پر جو ترکون میں عربی حروف کو چھوڑ کر لاطینی حروف کے اختیار کرنے کے لیے جاری ہے اور جس کو گذشتہ ماہ باقاعدہ عملی جامہ پہنایا جا چکا ہے، روشنی ڈالی ہے اور اس کے اسباب و علل اور تاریخ سے بحث کی ہے، اسلامک کلچر نے ان الفاظ مین اس کو پیش کیا ہے،

"بالشوک حکومت مسلم گماشتون کے ذریعہ تمام روسی مسلم آبادی مین ترکی حروف کے خلاف سخت تحریک پھیلا رہی ہے، اسی قسم کی وہ تحریک جو اناطولیہ مین جاری ہے، اسی بڑی تحریک کی ایک ہلکی سی موج ہے، بلکہ ممکن ہے کہ یہ بھی ماسکو کے سیاسی دباؤ کا نتیجہ ہو، کیونکہ اس وقت ٹرکی مین جو تبدیلیان ہین وہ مغربی یورپ کے بجائے بالشوک روس کے اثرات کا نتیجہ ہین، کیونکہ وہ اپنی بقا کے لیے صرف اسی حکومت پر اعتماد کر سکتے ہین"،

یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ عربی حروف تمام صحیح ترکی تلفظ ادا نہین کر سکتے، اس کی تبدیلی و ترمیم کی تجویز کوئی نئی چیز نہین ہے اور لائق مضمون نگار اس تحریک کی ابتدا ۱۸۶۳ء مین بتاتا ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے،

"اس مسئلہ کو سب سے پہلے ۱۸۶۳ء مین آذر بائیجانی تمثیل نویس آخوند زادہ نے پیش کیا، اس کے بعد

...وکماشاہ، فتنزوی مدیر مجلہ مشرقی روس (Orient Russe) میر ملکم خان (ایرانی مصنف) ایرانی وزیر ... رضا خان، ماورائے قاف کے مصنف فریدون بیگ کچرلی، اور دوسرے ترکی اصحاب فکر نے اس کی تقلید شروع کر دی"،

اگر اس تحریک کا مقصد صرف یہ ہو کہ وقت و محنت بچانے کے لیے جدید سہولتین پیدا کیجائین تو اس پر کسی کو اعتراض ہو سکتا ہے، یہ ایک منطقی اصلاح ہوگی، اور ترک و تاتار سے بڑھ کر کوئی قوم منطقی نہین ہے، لیکن رائے عامہ اس کے بالکل خلاف تھی، ترک عربی تحریر سے مانوس اور ضرورت کے موافق اس کو اپنے سانچے مین ڈھال چکے تھے اور ان کی رائے تھی کہ اس کے بدر رکھنے کے بجائے اس کے چھوڑنے مین زیادہ دقت ہے، ... خود روس مین جہان اس تبدیلی کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے، اسلامی جمہوریتون مین اس کی سخت ترین مخالفت کی جا رہی ہے، اور اس مضمون کے لکھنے کے وقت صرف آذر بائیجان ہی نے اس کے لیے آمادگی کا اظہار کیا تھا، داغستان نے اس کو ٹھکرا دیا ہے، ہمارا خیال ہے کہ اس تحریک کا مقصد ترک و تاتار کی تعلیم کے لیے سہولت پیدا کرنا نہین ہے، بلکہ اس کی اصلی غرض مشرق مین "انقلاب" پیدا کرنا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ لینن کا خیال تھا، جب تک عربی خط موجود ہے انقلاب نہین پھیل سکتا، اس کا مقصد یہ ہے کہ روسی مسلمانون کو اسلامی دنیا سے علحدہ کر دیا جائے، اور اس طرح ان کو روس سے قریب تر کرکے مسلمان کی جگہ بالشوک بنا دیا جائے، اور بیرونی اسلامی دنیا سے ہمدردانہ تعلقات کا جو ذریعہ ہے اس کو ختم کر دیا جائے، جیسا کہ ہمارا خیال ہے، ایک مرتبہ پھر شہنشاہیت نے اشتراکیت پر فتح پائی ہے، یہ تو بالکل صاف ہے کہ اگر ترکون نے عربی خط باقی رکھا تو وہ اسلامی اور قومی استحکام کی غرض سے روسی تحریک کے مخالفین کی حمایت کرین گے، لیکن اگر ترکون نے عربی حروف کو چھوڑ کر لاطینی حروف اختیار کر لیے، تو یہ روسی تحریک کو تقویت بخشیگا،

اس تبدیلی کے متعلق مختلف مجالس مین اسلامی ممالک کے نمایندون نے جو تقریرین کین وہ عجیب ... تھین، بعض نے تو عہد ماضی کا (جس مین اسلام بھی شامل ہے) کی تنقیص اور دور جدید کی تعریف کے پل باندھ دیے

لیکن اسی بات سے یہ صاف معلوم ہورہا تھا کہ وہ صحیح محب وطن ہونے کے بجائے خریدکردہ گماشتے ہین، اگر
ان اسلامی جمہوریتون پر علانیہ کوئی سختی نہین کیگئی ہے، لیکن درپردہ ان پر اتنا دباؤ ڈالاگیا ہے کہ از اد
کا سوال ہی باقی نہین رہتا، اس جدید ترکی حروف کی ترویج کے متعلق جون ۱۹۲۶ء مین جو سب سے پہلی
کانفرنس باکو مین ہوئی تھی اس مین مندرجہ ذیل جمہوریتون کے نمائندے شریک تھے، جمہوریہ ماوراے قفقاز
،، شمالی کوہ قاف ۳، داغستان ۲، ازبکستان ۴، جمہوریۂ بشکیر ۲، جمہوریۂ تاتار ۲، کزکستان ۳، ترکمنستان
کریمیا، اکرگیز اور تاجیک ا، مضمون لکھتے وقت تک صرف آذربائجان نے لاطینی حروف اختیار کرلئے ہین اور
اب تک گذشتہ اگست سے ٹرکی مین بھی سرکاری طور سے اس کو رائج کردیا گیا ہے) دوسری جگہون پر بھی
اس پر تبدیلِ خیال کیا گیا ہے، اور داغستان، کریمیا، قازان اور وسطِ ایشیار کی جمہوریتین اس کے بالکل موافق
ہین، جمہوریۂ ازبک کے ناظمِ تعلیمات نے اس کے متعلق جو رپورٹ شائع کی ہے، اس مین وہ لکھتا ہے:-

"مجالس کے کامون کے ساتھ جدید حروف کی ترویج کی تحریک لوگون مین پھیلتی جاتی ہے، اس
وقت صرف فرغانہ مین اس جدید خط کے مطالعہ کے لیے ۸۰ کلب ہین، حکومت اس کو تقویت بخشتی ہے، نظامت
تعلیم نے اس کے لیے خاص اسباق ونصاب کا انتظام کیا ہے اور ... طلبہ ان مین شریک ہین، مجلس عامہ
اسے حکومت کے فرائض مین بتایا ہے، اور اس کام مین سخت ترین رکاوٹین پیش آرہی ہین، عام مجالس
اصحاب پیشہ کی انجمنین وغیرہ اس مین کافی حصہ نہین لیتین، تعلیم یافتہ مخالفین بھی خاموش نہین ہین، وہ ہر موقع
موقع سے فائدہ اٹھا رہے ہین، علماء مین خصوصاً سخت ہیجان ہے، نمنگان مین حال مین جو زلزلہ آیا تھا، اس پر
یہ چلا اٹھے کہ ہمنے ان حروف کو جس مین قرآن مجید لکھا ہے اور جو رسول اللہ صلعم نے بطورِ وراثت ہم کو دیا
تھا چھوڑ دیا ہے، اب ہم انکے نتائج بھگت رہے ہین، زلزلہ نے ہمارے گھرون کو برباد اور ہمارے اعزہ کو ہلاک کردیا ہے"

اگرچہ اس وقت متعدد تعداد نیف مسودون کی صورت مین ہمارے پاس موجود
ہین، لیکن لاطینی حروف، اور دوسرے سامانِ طباعت کے فقدان نے ہم کو ان کے چھاپنے سے روک

رکھا ہے، ابتدائی مدارس کے تیسرے درجہ سے عربی حروف کی تعلیم دیجائے گی اور یہ طلبہ کو قدیم ادبیات کے
پڑھنے کے قابل بنا دے گی، اگر ماسکو نے اسے منظور کیا تو مسلم نقطۂ خیال سے صورتِ حال قابلِ برداشت
ہو سکتی ہے، تمام درسی کتابین تین سال کے اندر چھپ جائینگی ۱۹۳۰-۱۹۲۹ء سے عربی کے حروف کی کتابین
درسی کتابین چھپنا بند ہوجائین گی، البتہ کسانون کے لیے جو رسائل شائع کئے جائینگے وہ ۱۹۳۳ء
تک عربی حروف مین شائع ہوتے رہین گے"

اگرچہ ہر شخص بیداری کے لیے اس صورت کو ناپسند کرتا ہے، لیکن بہت ممکن ہے کہ یہ زبردستی وسطِ
ایشیا کے مسلمانون کے لیے سامانِ ترقی پیدا کردے کہ اب سے پہلے کے جمود سے یہ حرکت بہتر ہی ہے اور
بہت ممکن ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا کا یہی خیال ہو،

"م ن"

عصرِ جدید اور اسلام

ڈاکٹر ہنس کان (DY HANS KOHN) نے لندن کے رسالہ فارین افیرس مین ایک مضمون
دنیاے اسلام کی موجودہ اصلاحی تحریکات کے متعلق لکھا ہے، جس مین بیان کیا ہے کہ اگرچہ عام طور سے یہ خیال پھیلا
ہوا ہے کہ دنیاے اسلام ٹرکی کی موجودہ اصلاحات سے بہت زیادہ متاثر ہورہی ہے، کیونکہ یہی حکومت حال تک دنیا
کی دینی اور دنیوی عظمت کا مرکز تھی، لیکن واقعہ یہ نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی ممالک ٹرکی کی اس بات کو کہ
اس نے اسلام کو اپنا حکومتی مذہب نہین رکھا اور مغرب کی تقلید مین اوسکی ہرشے کی پیروی شروع کردی تقلید نہیں کررہے ہیں
مگر اس کے ساتھ ہی اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مغرب سے میل جول نے ان مین اصلاح اور تبدیلی کی ایک
عام تحریک پیدا کردی ہے، جو اندر ہی اندر اپنا کام کررہی ہے، ڈاکٹر موصوف کا بیان ہے کہ آج دنیاے اسلام مین عہد
قبل از جنگ سے زیادہ انتشار ہے، اتحادِ اسلامی اب ایک بے حقیقت شے ہوکر رہ گیا ہے، ہر اسلامی ملک خود اپنی
اندرونی الجھنون مین اسقدر گرفتار اور محصور ہے کہ اوس کو اس کی مطلق فرصت نہیں ہے کہ وہ آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے کہ ٹرکی

میں کیا ہو رہا ہے چنانچہ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں :-

"نوجوانانِ اسلام کے سامنے اس وقت ایک اور صرف ایک ہی مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ وہ اپنی معاشرتی روایات کو کس طرح عہد جدید کی ضروریات کے مطابق بنائیں، اس بات کا تو سوال ہی نہیں ہے کہ ترکی کی پیروی کرکے انقلاب آفرین اصلاحات رائج کی جائیں، اون کو اپنے مذہب کی قدیم روایات سے جو عشق ہے، وہ اون کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اندھوں کی طرح مغرب کی پیروی کرکے اس مغرب و مشرق کے ملاپ کو انتہائی حد تک پہونچا دیں، کیونکہ اون کا ایمان ہے کہ نہ صرف اون کی گذشتہ عظمت کا راز، بلکہ اون کی آیندہ ترقی کے ...ی بھی اوسی میں پنہاں ہیں، مصر و شام، ایران و ہندوستان، عراق و جاوا کے جدید تعلیم یافتہ نوجوان اپنی معاشرتی ... کو برباد کرنا نہیں چاہتے، اور اس اندیشہ سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اوس عجیب نفرت کے جو گاندھی جی ہندوستان میں مغرب کی طرف سے پھیلا رہے ہیں، قائل نہیں ہیں، دونوں کو اس بات کا احساس و خیال ہے کہ اسلام کو موجودہ ضروریات کے مطابق بنانے اور از سرِ نو منظم کرنے کی حاجت ہے،

آگے چلکر ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ اسلام میں ہمیشہ اس بات کی صلاحیت رہی ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق اپنے کو بنالے، چنانچہ عہدِ رسالت و خلافت سے لیکر اس وقت تک وہ ایرانی، یونانی اور دوسرے اثرات سے متاثر ہو چکا ہے، اور اسی لئے ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ :-

"ایسی حالت میں جب اسلام، دنیاے جدید (مغرب) سے مل رہا ہے اور اسکی یہ قربت روز بروز بڑھتی جائیگی تو اس کے لئے یہ یقیناً ممکن ہے کہ وہ اس کے فلسفہ اور رویہ کے مطابق اپنے کو بنالے، اس کو مغرب سے وہی قوت ملیگی جو اوسے اسکے پہلے یونانیت اور ایرانیت سے مل چکی ہے، وہ صدیوں سے جس طرح تنگ تر ہوتا جاتا ہے، اوس میں اب پہلے سے بھی زیادہ فراخی اور وسعت پیدا ہو جائیگی، اسلامی دنیا اسلام سے جان چھڑانا نہیں چاہتی، بلکہ وہ نیا اسلام، بلکہ یوں کہئے کہ تاریخ اسلام کے ایک نئے باب کا آغاز کرنا چاہتی ہے، مسلمانوں کو اس بات کا خوف ہے کہ وہ مغرب کے اتھاہ سمندر میں ڈوب نہ جائیں، اون کی خواہش ہے کہ وہ اپنے وطنوں میں مضبوطی سے جمے رہیں۔

وہ اسلام میں ایسی ترقی چاہتے ہیں، جو اوسے موجودہ سطح سے بلند کردے، وہ عوام کو اس قسم کی تعلیم دینا چاہتے ہیں ...جو اون کو اس قابل بنادے کہ وہ دوسروں کے ساتھ شاہراہ ترقی پر دوش بدوش چل سکیں، لیکن وہ اپنے ازلی و ...ی خدا کو اپنے دل سے نکالنے پر تیار نہیں، اس رویہ کی بہترین مثال وہ عام امتجاج ہے جو تمام فلسطین میں بین الاقوامی ...مشنری کانفرنس کے انعقاد پر کیا گیا تھا، لیکن اس امتجاج سے زیادہ اہم وہ مجلس ہے جو گذشتہ اپریل میں حیفا میں منعقد ہوئی تھی، اور جسمیں فلسطین کے تمام شہروں اور دیہاتوں کے نوجوان نمائندے جمع ہوئے تھے اس مجلس ...نے طے کیا کہ وہاں نوجوانانِ اسلام کی ایک مجلس وائی، ایم، سی، اے (Y.M.C.A) کے طرز کی قائم کیجائے ...مجلس عالم وجود میں آچکی ہے، اونھوں نے مصر میں بھی اپنا کام شروع کردیا ہے، اور اپنی تحریک کو وسیع تر کرتے جاتے ...ہیں، وہ اپنے قدیم تمدن کو از سرِ نو زندہ کرنا چاہتے ہیں، وہ عوام کو تعلیم دینے کی کوشش میں مصروف ہیں، وہ کسانوں اور مزدوروں کی حفاظت کررہے ہیں، اپنے ملکوں کے غربا کی حالت کی اصلاح و ترقی میں کوشاں ہیں، اور اوس جدید ...نسل کی تعلیم و تربیت میں منہمک ہیں جو ایک دن یورپ کو اسلام کے اس جدید رخ کی زیارت کرائیگا،

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی یہ تحریک ابھی اولین منزل میں ہے، اِسے بہت سی رکاوٹوں کو دور کرنا ہے، اور اسکے ...نہایت ناتجربہ کار ہیں، لیکن پھر بھی جو لوگ مشرق کے جدید نفسیاتی تغیر اور اسکی حیات تازہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، اون کے لئے اس میں کافی سامان موجود ہے"،

"ن"

مقالہ روسو

جس میں فرانس کے مشہور فلسفی انقلابی ہیرو روسو نے علوم و فنون کے افادی اثرات و نتائج کی تنقید کی ہے، یہ کتاب ان کتابوں میں سے ہے جنھوں نے انقلاب فرانس کا مواد بہم پہنچایا ہے، ضخامت ۱۵ صفحے

قیمت ۸ "منیجر"

اخبارِ علمیہ

سائنس کی ہلاکتیں

آج کل سائنس کا عروج دنیا کی انتہائی ترقی اور تمدن و عمرانیت کا معراج سمجھا جاتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ
تمام ایجادات ہمارے لئے باعثِ رحمت ہین، لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اون ہلاکت زا ایجادوں کے علاوہ جن کا مقصد ہی
بنی نوع انسان کی تباہی ہے، وہ چیزین بھی جو بظاہر معصوم اور مفید محض معلوم ہوتی ہیں، اپنے اندر موت کا پیغام رکھتی
ہیں، ریڈیم کو دنیا بالکل ایک بے ضرر چیز سمجھتی آئی تھی اور خیال تھا کہ اوس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اندھیری مین اوس کے
ذریعہ گھڑی وغیرہ کا وقت دیکھ سکتے ہین، لیکن امریکہ کی کمپنی مین جو یہی کام کرتی ہے، اوس کی پانچ کام کرنے والی لڑکیان
گیارہ سال کی مسموم فضا مین رہکر اپنی جان کھو چکی ہین، اور ان کی موت کا سبب اسی ریڈیم کا کام کرنے کو بتایا گیا ہے،

اسی طرح ہم موٹروں کو سواریوں میں بہترین سمجھتے تھے، اور آجکل تو اون کی کثرت ناقابلِ شمار ہو گئی ہے، مگر
جب امریکہ کے محکمۂ حفظانِ صحت کی روئداد پڑھتے ہین تو ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہیں کہ اوس محکمہ نے ۱۴ برس کے
کے تجربہ کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان تیز رفتار سواریون سے جو کاربن گیس نکلتی ہے، وہ صاف ہوا کو گندہ کر دیتی ہے اور اس
کی وجہ سے طرح طرح کے امراض پیدا ہوتے ہین، اور ان کا آخری نتیجہ انسانی موت ہے، موٹروں کی وجہ سے ہر ملک مین
ہر سال جسمانی و جانی نقصانات کی فہرست ہی کیا کم تھی کہ یہ ایک نئی بلا اور نازل ہوئی ہے، سچ ہے مادی دنیا کی اکثر ایجادین
ہمارے لئے رحمت کی جگہ زحمت ہین،

احیاے شباب

یہ خبر تو سب کو معلوم ہو گی کہ مغربی دنیا کے بعض اطبا نے غدود کی تبدیلی کے ذریعہ اعادۂ شباب کے تجربہ
مین ایک حد تک کامیابی حاصل کی ہے، لیکن خود علمی دنیا اس کو ابھی تک تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہے، چنانچہ حال ہی میں

برطانوی اصحابِ علم کا ایک وفد فرانسیسی طبیب ورناف (جو اس علاج کے موجدین میں سے ہیں) کے پاس الجزائر گیا تھا
جہان ڈاکٹر مذکور نے ایک بیل (جنکی) پر اس کا تجربہ کیا ہے، اسکو دیکھکر وفد نے اصول کو ایک حد تک تو تسلیم کر لیا لیکن وہ
اس کو کامل نہیں مانتا، ایک دوسرا ڈاکٹر سٹیناخ (STEINACH) کو اس سلسلہ میں زیادہ کامیابی ہوئی
ہے، اور وہ غدود کو نکالے بغیر اپنا مقصد حاصل کرتا ہے،

گویا سینما

اس وقت تک اس بات کی جو کوشش کی جارہی تھی کہ کسی صورت سے بھی بائسکوپ کی تصاویر مین حرکت کے
ساتھ آواز بھی پیدا کی جائے، اوس میں مکمل کامیابی حاصل ہو گئی ہے، چنانچہ امریکہ کی وسٹرن الکٹرک کمپنی نے اعلان کیا ہے
کہ اسے اس قسم کے آلات کے بنانے کا اجارہ دیا جا چکا ہے، چنانچہ رسالہ سائنٹفک امرکن کا بیان ہے کہ ۱۹۲۸ء کے
اختتام تک صرف امریکہ کے ایک ہزار تماشا گھروں میں یہ آلہ لگا دیا جائیگا، اس آلہ کی دو قسمیں ہین، ایک کا نام ویٹافون
(VITA PHONE) اور دوسری کا موویٹون (MOVIE TONE) ہے،

ایک نئی گھڑی

امریکہ کی ایک کمپنی نے ایک ایسی گھڑی تیار کی ہے جس مین کنجی دینے کی مطلق ضرورت نہیں ہے، اور
اوسکے اجزا کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ اون کی مخصوص چال سے گھڑی ہر وقت پوری کنجی دی ہوئی رہتی ہے، امریکہ
مین اس گھڑی کا رواج بڑھ رہا ہے،

انتخابات کے اخراجات

دنیا میں روپیہ کو جو قوت حاصل ہے، اوس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، نمائندہ مجالس کے انتخابات میں بھی اس سے
بہت زیادہ مدد لی جاتی ہے، امریکہ دنیا کا سب سے زیادہ متمول ملک ہے، اور اوسکی مختلف جماعتوں نے صرف صدر کے انتخاب
کی سعی مین جو رقمین صرف کی ہیں، اون سے اوس کثیر رقم کے اسراف کا پتہ چلتا ہے جو حصولِ مقصد کے لئے جائز و
ناجائز طریقہ سے مہذب دنیا مین ایک معمولی کاروبار ہو گیا ہے، امریکہ کی مختلف جماعتوں نے اپنے امیدواروں کے لیے

یہ رقمیں صرف کیں،

سنہ					
سنہ ۱۸۹۶ء	میکنلے	۳۵۰۰۰۰۰ ڈالر	برائن	۶۷۵۰۰۰	ڈالر
سنہ ۱۹۰۰ء	″	۲۵۰۰۰۰۰ ″	″	۴۲۵۰۰۰	″
سنہ ۱۹۰۴ء	روزولٹ	۱۹۰۰۰۰۰ ″	پارکر	۷۰۰۰۰۰	″
سنہ ۱۹۰۸ء	ٹفٹ	۱۶۵۵۵۱۸ ″	برائن	۹۰۰۰۰۰	″
سنہ ۱۹۱۲ء	ولسن	۱۱۳۰۰۰۰ ″	ٹفٹ	۱۰۳۰۰۰۰	″
			روزولٹ	۶۷۰۰۰۰	″
سنہ ۱۹۱۶ء	ولسن	۱۹۵۸۰۰۰ ″	ہیوگز	۳۸۲۹۰۰۰	″
سنہ ۱۹۲۰ء	ہارڈنگ	۵۳۱۹۷۲۹ ″	کاکس	۱۳۱۸۳۷۴	″
سنہ ۱۹۲۴ء	کولج	۳۰۶۳۹۵۲ ″	ڈیوس	۹۰۳۹۰۸	″
			لافلوٹے	۲۲۱۹۷۷	″

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس قلیل سی سالہ عرصہ میں امریکہ نے صرف انتخاب صدارت کیلئے ......۳۰ صرف کئے ہین، اور ماہرینِ امریکہ کی راے ہو کہ اس سال کے انتخابات ملاکر یہ رقم ......۷۰ ڈالر ہو جائیگی، اس وقت امریکہ میں ۲۰۳ اشخاص ایسے ہیں، جن کی سالانہ آمدنی ......۱ ڈالر سے کم نہیں ہے،

سمندر میں سونا

جرمن ماہر کیمیا ڈاکٹر فرٹز ہبر نے حال ہی مین سمندر کے پانی کا تجزیہ کر کے اس بات کا پتہ چلایا ہے کہ مختلف مقامات کے پانی میں مختلف مقامات کے سونے کے ذرے موجود ہین، اور اسکی وجہ ان کے خیال مین یہ ہے کہ سمندر کے پانی میں ایسے کیڑے ہین جن کی غذا سونا ہے، یہ کیڑے اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ خوردبین کے بغیر اون کا نظر آنا بالکل محال ہے،،

حکومت امریکہ کی دولتمندی

امریکن حکومت دنیا کی سب سے زیادہ امیر حکومت ہے، اوس کے مسرفانہ اخراجات کے باوجود جو رقم فاضل بچ رہتی ہے اوس سے اوسکی آمدنی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، دو سال کی آمدنی کے یہ اعداد ہین،

	سنہ ۱۹۲۷ء	سنہ ۱۹۲۸ء
انکم ٹیکس	۲۲۲۵۰۰۰۰۰۰ ڈالر	۲۱۷۴۰۰۰۰۰۰ ڈالر
جنگی	۶۰۵۰۰۰۰۰۰ ″	۵۶۹۰۰۰۰۰۰ ″
متفرقات	۶۴۵۰۰۰۰۰۰ ″	۶۲۱۰۰۰۰۰۰ ″
میزان	۳۴۷۵۰۰۰۰۰۰ ″	۳۳۶۴۰۰۰۰۰۰ ″

حکومت کی سالانہ بچت یہ ہے،

سنہ	ڈالر
۱۹۲۰	۲۱۲۰۰۰۰۰۰
۱۹۲۱	۸۷۰۰۰۰۰۰
۱۹۲۲	۳۱۴۰۰۰۰۰۰
۱۹۲۳	۳۰۹۶۰۰۰۰۰
۱۹۲۴	۵۰۵۰۰۰۰۰۰
۱۹۲۵	۲۵۱۰۰۰۰۰۰
۱۹۲۶	۳۷۸۰۰۰۰۰۰
۱۹۲۷	۶۳۶۰۰۰۰۰۰
۱۹۲۸	۳۹۸۰۰۰۰۰۰

ادبیات

آہِ اثر

از جناب اثر رامپوری

بہیم آئے گی غیب کی آواز — دل کو کر محرمِ نوائے راز

ہو گئے نغمہ ہائے دل خاموش — آگئی ساعتِ شکستِ ساز

عشق نے ایک کر دیا سب کو — اب نہ محمود ہے کوئی نہ ایاز

پوچھتا کیا ہے مدعا یا رب — تجھ سے مخفی نہین دلون کے راز

بڑھ چلا ہے جو حدِ ضبط سے درد — دل سے آتی ہے آہ کی آواز

آپ کی یاد کو خدا رکھے — ہجر مین ہے یہی بس اک دمساز

مختصر کر دیا فسانۂ زیست — اے مری موت! تیری عمر دراز

اُٹھ گیا ہو جب اعتماد اثر
کیا کرے پھر کسی پہ کوئی ناز

نالۂ عندلیب

از جناب پروفیسر عندلیب شادانی ایم اے، ڈھاکہ یونیورسٹی

کرم نمائی بے التجا قیامت ہے — یہ تیر شست سے چھوٹا کہ دل نشانہ تھا

وفا پرست بنایا جفا سرشتون کو — مرا نیاز ہمہ گیر، معجزانہ تھا

نہ پوچھیے سببِ برہمیِ حسنِ غیور — مری نگاہ کا انداز والہانہ تھا

خزان نے لوٹ لیا، عندلیب! کچھ نہ رہا — یہان چمن تھا، یہان گل، یہ آشیانہ تھا

باب التقریظ والانتقاد

سفرنامہ مصر

ابھی چند ماہ پہلے میر دبیر قاضی ولی محمد صاحب سکرٹری اسٹیٹ کونسل بھوپال نے اپنا سفرنامۂ اندلس
پبلک مین پیش کیا تھا، اب قاضی صاحب ممدوح نے مصر کا سفرنامہ مرتب کر کے شائع کیا ہے، قاضی صاحب کو ممالک
کی سیر و سیاحت کی ایسی چاٹ لگ گئی ہے کہ اب شاید کوئی سال ان کے کسی نئے ملک کے سفرنامہ کے بغیر گذرنا
مشکل ہے، چنانچہ اسی پیشِ نظر سفرنامہ مین شام کے سفرنامہ کی تیاری کی بھی انھون نے ضمنی اطلاع دیدی ہے،

موصوف نے اس سے پہلے اندلس کا سفرنامہ جو پیش کیا تھا، وہ دوسرے وجوہ کے علاوہ اس لحاظ
سے خاص طور سے وقعت کے قابل تھا کہ ہندی مسلمانون مین وہ پہلے شخص تھے جنھون نے اسپین مرحوم کی سیاحت
کر کے اپنے مشاہدات کو قلمبند فرمایا، اسپین کے نام مین ایک مسلمان کے لیے ایسی دلآویزی ہے کہ اس کے لیے ناقص
سے ناقص معلومات کی کتاب کو بھی وہ آنکھون سے لگانے کے لیے تیار رہتا ہے، اس لیے قاضی صاحب کو اپنے
سفرنامۂ اندلس کی مقبولیت کے معیار سے اپنے سفرنامۂ مصر کی مقبولیت کا اندازہ نہین لگانا چاہیے،

مصر یورپ کی رہگذر مین ہے، یورپ کے بہت سے آنے جانے والون کو اس پر ایک نظر ڈال لینے کا
اتفاق ملتا رہتا ہے، وہان کے اخبارات اور رسالے عام طور سے ہندوستان مین آتے رہتے ہین، مولانا شبلی
مرحوم کے زمانہ سے لیکر آج تک وہان کے متعدد سفرنامے لکھے جا چکے ہین، اس لیے مصر کے سفرنامہ کی ترتیب
کے لیے قاضی صاحب کو خاص کوشش کرنی چاہیے تھی، مگر افسوس ہے کہ شاید قاضی صاحب کو اس کا موقع نہ ملا

یہ نثر کتاب جہاں تک لکھائی چھپائی، اور اہتمام کا تعلق ہے ہماری زبان کی ان مطبوعہ کتابوں میں سے جن کے حسنِ طباعت اور سلیقہ مندی پر تحسین و آفرین کرنا چاہیئے، خوشنما جلد، جلد پر مصر کی بعض عمارتوں کی تصویر، عمدہ کاغذ، روشن چھپائی، اچھا خط، ان میں سے ہر چیز جاذبِ نظر ہے، اور غالباً یہ مطبع نامی لکھنؤ کے ان کارناموں میں سے ہے، جن پر اس کے مرحوم مہتمم مطبع نامی کانپور کا شبہہ ہوتا ہے،

کتاب میں زیادہ تر مصر کی مشہور عمارتوں کے تذکرے اور اس کے بعض شہروں اور آبادیوں کے مختصر حالات میں، کتاب کے متعدد ابواب قاضی صاحب نے دوران سفر میں عام مضامین کی حیثیت سے اردو اخبارات میں چھپوائے تھے، اور اب ان کو اس کتاب میں اپنے سفرنامہ کے ابواب کی حیثیت سے جگہ دیدی ہے، کتاب [illegible] صفحوں پر تمام ہوئی ہے، پوری کتاب میں مختلف ممتاز اشخاص، مقامات، عمارات اور دلفریب مناظر کی ۳۰ عکسی تصویریں ہیں، اور یہی اس کتاب کی جان ہیں،

کتاب کے شروع میں مصر کا مختصر جغرافیہ ہے، اور اس کے بعد اول قاہرہ کے آثار، عمارتوں، مسجدوں اور گذرگاہوں کے تذکرے ہیں، پھر وہاں کے مشہور شہروں، فیوم، طنطا، اسکندریہ، بہنسا، دمیاط، سویز اور بندر سعید کے مختصر حالات ہیں، آثار اور قدیم عمارتوں کے ذکر میں ان کی مختصر تاریخ بھی کہیں کہیں دیدی ہے، آخر میں مصر کے مختلف فرمانروا خاندانوں کے شجرے ہیں، آخر سے پہلے ابواب میں "پیکرِ لطیف" اور "فضائل [illegible] مغربی" کے عنوان سے جدید نسوانی آزادی اور یورپین قوموں کے تمدن پر لطیف تبصرے ہیں مگر ان ابواب کو مصر کے سفرنامہ سے کوئی خاص لگاؤ یا مناسبت نظر نہیں آتی، یہ اردو اخبار میں چھپے ہوئے مصنف کے مضامین تھے، جو شاید مصر کے زمانۂ قیام میں لکھے گئے ہوں، اسی لیے ان کو اس کے سفرنامہ کے ساتھ ملا دیا گیا ہے،

سفرنامہ میں دو باتیں نہایت عمدگی اور خوبی کے ساتھ نمایاں ہیں، ایک تو مؤلف کی ملیح و فصیح انشاپردازی ہے، جس میں اگر ہمواری و یکسانی ہوتی تو ہمارے بہترین ادبی کارناموں میں شمار کرنے کے قابل ہوتی، تاہم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلم میں انشاپردازی اور لطافتِ تحریر کی نہایت عمدہ استعداد اور صلاحیت

کاش قاضی صاحب اپنی "آوارہ گردیوں" کی داستانوں کے سنانے کے علاوہ، اس قوت کو کسی ادبی کام میں صرف کر سکتے، اور سفر کی بے اطمینانی کے علاوہ، قیام وطن کے اطمینان و سکون میں تھوڑی محنت اور کاوش کے ساتھ کوئی ادبی مرقع سجاتے اور اپنے اہل وطن کو وطن کا تحفہ دیتے،

دوسری بات اس سفرنامہ میں مؤلف کے وہ قومی و مذہبی جذبات ہیں جو ہر اسلامی یادگار اور مشرقی اثر کو دیکھکر ان کے قلم کی زبان سے نمایاں ہوتے ہیں لکھنے والے کا دل تڑپتا اور اس کی آنکھیں اشکبار معلوم ہوتی ہیں، اور اس کا رُواں رُواں ان تاثرات میں ڈوبا نظر آتا ہے،

یہ سب کچھ ہے مگر یہ کہنے میں تامل نہیں کہ قاضی صاحب نے سفرنامہ نہیں لکھا ہے، بلکہ مصر کا ایک گائیڈ تیار کیا ہے، جس کو مصر کا ایک ہندی سیاح اپنے ساتھ رکھکر مصر کی عمارات اور قابل دید مقامات کی سیر کر سکتا ہے، اس میں "سفرنامیت" یا "سفرنامہ پن" کی کوئی بات نہیں، مصری سیاست، تعلیم گاہیں، موجودہ ترقیات، اخبارات، مطابع، زبان، جدید تعلیم یافتہ، قدیم علماء، تمدن، اکابر اشخاص اور ان کی ملاقاتوں اور کارناموں کا کوئی ذکر نہیں، خال خال کہیں کہیں عمارتوں یا شہروں کے سلسلہ میں کوئی بات آگئی ہے، مثلاً اسکندریہ کے سلسلہ میں عرابی پاشا اور ان کے واقعات کا ذکر ہے، جامع ازہر کی عمارت کے سلسلہ میں مدرسۂ جامع ازہر اور بعض تعلیمی کارخانوں کا مختصر حال ہے، جو چند سطروں سے زیادہ نہیں، نہر سویز کے تذکرہ میں نہر سویز کی تعمیر، اسمٰعیل پاشا کی فضول خرچیوں اور یورپ کی شطرنج بازیوں کی پوری کیفیت ہے،

سفر کی تکان اور چھپنے کی عجلت میں، اس سفرنامہ میں متعدد لفظی اور معنوی مسامحات اور فروگذاشتیں نظر آتی ہیں، املا کی غلطیاں بکثرت ہیں، بعض مصری نام بھی غلط ہیں، زبان کے قواعد کی غلطیاں اس حسن و جمال کے چہرہ کا داغ ہیں، مثال کے طور پر ہم بعض مسامحات کی طرف اشارہ کرتے ہیں،

مصر کے شہر اسیوط کو بار بار اسیوت لکھا ہے، حماۃ کو حمہ، مصری خاتون ہدی خانم شعراوی کا نام ہدی بیگم شعروری لکھا ہے، بیگم اور خانم پر بحث نہیں ہے، بلکہ شعراوی اور شعروری پر لکھا ہے کہ مصر کی زبان میں قصبہ کو

آبادیہ کہتے ہین، حالانکہ جہان تک ہمین معلوم ہے وہ "ابعادیہ" بولتے اور لکھتے ہین، اور اس سے مقصود امرائی جاگیر
یا زمینداروں کی زمینداری کی آبادیان اور گاؤن ہوتے ہین، اسی طرح لفٹنٹ کرنل کے لیے قائم خان (صفحہ
) کا استعمال قطعی غلط ہے، جہان تک ہمین علم ہے اس کو قائمقام (قائم مقام) کہتے ہین، شام کے منہدم شہر کا اصل
تدمر ہے، پلمائرا نہین (۱۳۹) دمن ہور کا صحیح املا دمنہور ہے، قاہرہ کے پرانے فرعونی شہر کا جس کو انگریز ہیلیو پولس
کہتے ہین، مصری زبان زد نام ہمارے سیاح نے عون بتایا ہے (۱۴۱) مجھے بھی مصر کے اس حصہ مین اور اس کے
ہوٹل ہیلیو پولس مین ایک ہفتہ کے قریب رہنے کا اتفاق ہوا ہے، جہان تک یاد آتا ہے "اس کا پورا عربی نام
مدینۃ عین الشمس تھا، اور اختصار کے ساتھ اس کو عین الشمس کہتے تھے "عون" یاد نہین آتا، رامسیس (۱۰۲) کو اہل
مصر رعمسیس لکھتے اور بولتے ہین، اسی طرح صحیح املا بندو قدار (۱۰۸) نہین بند قدار ہے، اسی طرح قائد القواد
(۱۱۰) نہین، قائد القواد خلیفہ فاطمی کا نام العیضد (۱۱۵) نہین العاضد ہے، دمیاط کو ایک جگہ دمیات (۲۰) لکھا
ایک ملکہ کا نام قطر الندا (۴۴) لکھا ہے، شاید صحیح املا قطر الندیٰ ہو، دو جگہ مصری محاورہ مہربانی کیجئے یا PLEA-
SE کے لیے تفضل (۷۰-۲۷) لکھا ہے، حالانکہ وہ تفضل بولتے ہین،

زبان اردو کے بعض مسلمہ قواعد کی پروا نہین کیگئی، مثلاً جمع کی حالت مین ہا کو یا سے بدل دینے کا
قاعدہ ہے، مثلاً "ڈیرے خیمے توڑے جانے لگے" کی جگہ "ڈیرہ خیمہ توڑے جانے لگے" (۱۴۸) لکھا ہے، اور ایسے
موقعون پہ ہر جگہ ہا کو قائم رکھا ہے، اردو اور فارسی لفظون کے بیچ مین فارسی واو عطف سخت ممنوع ہے،
مگر ہمارے مصنف نے اس کو بکثرت استعمال کیا ہے، مثلاً کھانے و پینے والے، کہین تو اضافت تک
جائز رکھی ہے، مثلاً "دو زانِ دودھ و عرقیات" اور "آغوشِ سمندر"، (۵۵)
عربی اور فارسی الفاظ کے اردو استعمال مین بھی غلطیان پائی جاتی ہین، مثلاً "طوطا چشمی" کے بجائے "طوطا چشمی"
کبیر السن انگریز اور ہمین کی جگہ "کبر سن انگریز و ہمین" (۵۵) زلہ ربا کو "ذلہ ربا" (۴۴) تحت الثریٰ کو "تحت الثری" (۶۴)
(۶۳) ذوی القربیٰ کو ذوی القربا (۵۸) سقا کو "سقہ" نسلاً بعد نسل، بطناً بعد بطن کو "نسلاً بعد نسلاً، بطناً بعد بطناً"

افسوس غلط العوام فصیح کے اصول کے تحت مین بھی یہ داخل نہین، اور تدمر کے کھنڈر کی جگہ پر "کھنڈرات"
(۱۳۶) کہنا ہندی مرزئی کو عربی عبا بنانا ہے،
"آثار صنادید کی نشانیان" (۱۳۸) بے معنی ہے کہ آثار خود نشانیون کو کہتے ہین، صفحہ ۱۰۲ مین لکھا ہے،
"متوسط درجہ کا مکان از نام کتبخانہ خدیوی بنایا گیا" اس کا ترجمہ ادر تو ضرور ہے مگر محاورہ مین "بنام کتبخانہ خدیوی"
کہین اور بولین گے، مصنف نے ایک لفظ معزدل کا ہم معنی "مخروج" بنایا ہے، (۱۰۳) مگر افسوس کہ اس کا مخرج
نہ عربی مین ہے نہ فارسی مین نہ اردو مین صفحہ (۱۴۷) مین ہے "موجودہ قالب کا جامع پہنایا" یہ جامہ کی تقطیع
درست نہین، مؤلف نے شاید دو جگہ موتیون کے لیے عربی لفظ لآلی شاہوار استعمال کیا ہے، اگر دونون
جگہ "لوالی" (۱۳۹) لکھا ہے، سنگ مثانہ کو "مسانہ" (۱۱) لکھنا سخت بے دردی ہے، مُسرف (یعنی فضول
خرچ) کو ہر جگہ "مصرف" لکھا ہے، (۴۰-۱۱۱-۱۱۸) حالانکہ یہ صرف بیجانہ "صرف صغیر" کے قاعدہ سے درست
ہے نہ صرف کبیر کے،

صفحہ ۱۴۲ مین لفظ "اکتفا" دو چار ہی سطرین آگے پیچھے مذکر اور مؤنث دونون استعمال کیا گیا ہے،
پہلے ہے "دور ہی سے دیکھکر اکتفا کی" تین سطرون کے بعد ہے "زیارت پر اکتفا کیا گیا" مصنف نے جگہ جگہ
ریختہ کو شکستہ کے مرادف کے طور پر استعمال کیا ہے مثلاً "شکستہ و ریختہ" ٹوٹا پھوٹا کے معنی مین (۱۲۸-۱۴۴-۱
۱۴۸) حالانکہ یہ دونون لفظ متضاد مفہوم رکھتے ہین، شاید قاضی صاحب کو "شکست و ریخت" کے محاورہ سے
دھوکا ہوا ہو کہ اس کے معنی "ٹوٹنے پھوٹنے" کے ہیں، حالانکہ اس کے معنی "بگڑنے بننے" اور "تخریب و تعمیر"
کے ہین، صفحہ ۱۹۹ مین، ایک شعر کسی کا دیا ہے،

پروانہ پاس شمع کے، بلبل ہے گل کے پاس
اک مین کہ تیری بزم مین خلوت گزین ہون

یہ شعر یا تو بہت پرانا (یعنی کسی قدیم استاد کا) ہے، یا بہت ہی تازہ (یعنی خود مصنف کا) کیونکہ "خلوت گزین"

نون کے اظہار کے ساتھ بولنا جائز نہین، آیت والی الابل کیف خلقت (۱۱۲) تو کہین قرآن مین نہین ہے
افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت بیشک ہے، صفحہ (۱۰۵) مین استثنیات کی جگہ مستثنیات ...
اچھا ہوتا، صفحہ (۱۴۲) مین شاید تصویر کی جگہ تفسیر لکھا گیا ہے، ورنہ تفسیر کا تو وہ محل نہین ہے، صفحہ ... مین ایک
ایسا محاورہ استعمال کیا گیا ہے، جو تہذیب و متانت کے سرتاپا خلاف ہے،

ان تمام مسامحات اور کمزوریون کے باوجود یہ کتاب مصر کی جغرافی اور عمارتی حالات کے جاننے کیلئے
اردو مین پہلا ذریعۂ علم ہے، اور لکھائی چھپائی، کاغذ، تصاویر اور حسن سلیقہ کی بناپر اردو کتب خانون کی زینت
اور آرائش ہے،

قیمت ۲؎ پتہ: مصنف سے بھوپال کے پتہ سے ملے گی،

طبقات الامم

اندلس کے نامور فاضل قاضی صاعد اندلسی المتوفی ۴۶۲ھ / ۱۰۷۰ء کی تصنیف، جس مین انھون نے اپنے زمانہ تک کی
کی تمام قومون کی عموماً اور مسلمانون کی خصوصاً علمی و ادبی تصانیف اور علوم و فنون کی تاریخ عربی مین لکھی تھی، قاضی احمد
اختر جوناگڈھی نے اسکو عربی سے اردو مین ترجمہ کیا، اور جابجا حاشیون مین علما اور فلاسفہ کے حالات اور تصانیف کے
متعلق مزید معلومات فراہم کئے ہین، ضخامت ۱۵۰ صفحے قیمت عہ

روح الاجتماع

موسیولیبان کی کتاب جماعتہاے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ، جسمین انسانی جماعت کے اخلاق
بیلک ہنگامون کی خصوصیات اور جماعتون کے بننے، اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کئے گئے ہین، ضخامت ۲۲۰ صفحے
قیمت عـ

منیجر

مطبوعات جدیدہ

سیرۃ المحمود

از مصنفہ جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب مرحوم، ۱۹۲۲ء، ۴۰۰ صفحات قیمت عـ نظامی پریس بدایون،

مولوی عزیز مرزا مرحوم جدید تعلیم یافتہ گروہ کے دور اول کے مشہور اردو انشا پردازون مین تھے، ان کے مضامین کا مجموعہ
بھی مرتب ہوکر شائع ہوچکا ہے، تاریخ سے ان کو خاص لگاؤ تھا، اور زیر تنقید کتاب انکی اسی تاریخی دلچسپی کا عملی ثبوت ہے، اس کتاب مین
مصنف نے حکومت بہمنیہ کے مشہور مدبر، صاحب سیف و قلم وزیر اعظم خواجہ جہان عماد الدین محمود گاوان کے حالات مفصل طور سے
تاریخی تحقیقات کے ساتھ قلمبند کئے ہین، یہ کتاب اس سے قبل دو مرتبہ شائع ہوچکی ہے، پہلی مرتبہ ۱۹۰۹ء مین خود مصنف نے اسکے
... نسخے چھپوائے تھے، اس کے بعد ۱۹۱۶ء مین اس کا دوسرا اڈیشن ایک ہزار کی تعداد مین شائع ہوا، اور اب تیسری مرتبہ
... چھپا ہے، یہ کتاب نہ صرف خواجہ گاوان کی سوانح عمری ہے، بلکہ اس سے اُس عہد کے ہندوستان پر عموماً اور دکن پر
خصوصاً خاص روشنی پڑتی ہے، نظام حکومت کا باب بہت پُر از معلومات ہے، ابتدا مین مصنف کی تصویر ہے، وسط مین خواجہ
کے قائم کردہ مدرسہ کا عکس ہے، اس کے علاوہ ہندوستان کا نقشہ بھی دیا گیا ہے، اور آخر مین اسی مدرسہ کا نقشہ ہے،
ابتدا مین مصنف کے صاحبزادہ کا مقدمہ ہے، اس مین عماد الدین کو عمائد الدین لکھدیا گیا ہے،

راجہ اور جوگی

مصنفہ خان صاحب، حاجی ڈاکٹر منیر الدین صاحب حصہ اول، ۸۰ صفحات قیمت عـ،
پتہ: حکیم ڈاکٹر محمد نصیر الدین صاحب کپورتھلہ،

دنیا کی تمام موجودہ خرابیان افراط و تفریط کا نتیجہ ہین، مادیت کے استیلا رنے روحانیت کو تقریباً مٹا دیا ہے، اور
یہی وجہ ہے کہ ہمارا موجودہ معاشرتی، مذہبی، اخلاقی، علمی و سیاسی نظام صرف ایک ہی نے سے متاثر ہوکر اس قدر بھیس
بدل بیٹھا ہے، اگر دنیا کی تمام چیزون مین اعتدال و امتزاج پیدا کردیا جائے تو یہی دنیا جو آج ہلاکتون کی آماجگاہ
اور مصائب کی مرکز ہے رشک فردوس بنجائے، ڈاکٹر منیر الدین صاحب نے اسی نظریہ کو ایک مکالمہ کی صورت مین

نہایت دلچسپ طریقہ سے پیش کیا ہے، اور بتایا ہے کہ ہمارا موجودہ نظام حیات کس طرح ہمکو ہلاکتون کی طرف لیجا رہا ہے، اور اگر ہم نے اسلام کے سچے اصول "خیر الامور اوسطہا" پر عمل نہ کیا تو ہماری تباہی و بربادی یقینی ہے، کتاب بالکل مشہور بودھ تصنیف بوزاسف و بلوہر کے طریقے پر لکھی گئی ہے، اور اپنے اندر غور و فکر کے لئے کافی سامان رکھتی ہے۔ ایک آدھ جگہ اردو کی غلطی رہگئی ہے، مثلاً بدعت کی عربی جمع کو بھی اردو جمع بناکر "بدعاتون" لکھاگیا ہے، زبان صاف سلیس و رواں ہے، اور عام اردو دان اصحاب بھی اس سے فائدہ اٹھاسکتے ہین،

قسطنطنیہ مین ترکون کی واپسی، مترجمہ جناب محمد نجم الغنی صاحب قریشی، چھوٹی تقطیع ...

پتہ مکتبہ ابراہیمیہ، اسٹیشن روڈ حیدرآباد دکن،

اس وقت تک اگرچہ ترکون کے بعد از جنگ حالات کے متعلق سیکڑون مضامین اردو مین شائع ہو چکے ہین، لیکن کسی شخص نے بھی کسی مستقل تصنیف کی طرف توجہ نہین کی، حالانکہ یورپ و امریکہ مین اس موضوع پر متعدد کتابین شائع ہوچکی ہین، زیر تنقید کتاب امریکہ کے الکزنڈر پاول کی کتاب اسلامی ایشیا مین حکومتی کشمکش کے چوتھے باب "کس طرح ترک واپس آئے" کا ترجمہ ہے، اس کے پڑھنے سے اسلامی ملکون کے خلاف بین الاقوامی سازشون کا جو جال بچھا ہوا ہے، اس کا ایک دھندلا سا خاکہ ہمارے سامنے آجاتا ہے، مترجم نے انگریزی کے تتبع مین ممالک کے نامون کو مونث قرار دیدیا ہے، حالانکہ اردو مین یہ دستور نہین، تاہم ترجمہ عام حیثیت سے اچھا ہے،

انشاے جدید، مرتبہ جناب محمد علی خان صاحب اثر، چھوٹی تقطیع ص۱۱۲ قیمت درج نہین،

پتہ مصنف، خسرو باغ روڈ، رامپور۔

جناب اثر نے فارسی بلکہ نئی فارسی کی تعلیم کیلئے یہ رسالہ لکھا ہے، اسمین مختصر لیکن جامع طریقہ سے فن انشا کے اصول اور نمونے پیش کردیے ہین، ابتدا مین ایک مقدمہ ہے، اور پھر مختلف موضوع پر مختلف ابواب ہین، ایرانی سیاسی مکاتبات، اذان اور پیمانون کے متعلق معلومات مفید و کارآمد ہین، ایرانی مصنفین کی کتابون سے امداد لی گئی ہے، اور اسی کے ساتھ ہندوستانی و ایرانی فارسی کے نمونے بھی دیے گئے ہین، یہ کتاب نصاب مین داخل ہونے کے قابل ہے، اور شاید مسلم یونیورسٹی نے اسے داخل بھی کرلیا ہے،

شملہ (یعنی پہاڑی مقامات کی ملکہ) مرتبہ نارتھ ویسٹرن ریلوے ص۵۲، ایک رنگین و ۲۳ دیگر تصاویر،

چند برسون سے ریلوے کمپنیون نے ابتداءً بیرونی سیاحون اور بعد مین عام مسافرون کیلئے ایسی کتابین شائع کرنا شروع کی ہین جن مین ان مقامات کے جو اون کی لائن پر واقع ہین اور دیکھنے کے قابل ہین، حالات ہوتے ہین اور اس طرح یہ کمپنیان لوگون کو اپنی لائنون پر سفر کرنے کی ترغیب دیتی ہین، یہ کتابین ابتک انگریزی زبانون مین ہوتی تھین، لیکن پنجاب کی سرکاری ریلوے لائن کے ارباب حل وعقد نے ایک قدم آگے بڑھایا ہے، اور یہ رسالہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، اس رسالہ مین شملہ کی تاریخ، اوسکے قابل سیر مقامات، اس کی عمارتین، اوس کے ہوٹل وغیرہ کے حالات درج ہین، اور کالکا شملہ لائن پر جو دوسرے اہم مقامات ہین، اُن کا تذکرہ بھی ہے، لوگون کی ترغیب و دلکشی کے لئے مختلف مناظر و دلکش مقامات کی تصاویر بھی شائع کی گئی ہین، اگر یہ سلسلہ قائم رہا تو ریلوے کے فائدہ کے علاوہ اردو زبان مین جغرافی تاریخی معلومات کا ایک اچھا ذخیرہ جمع ہوجائیگا، کتاب بہت خوبصورت و صاف چھپی ہے،

فسانۂ عجائب، (مرزا رجب علی بیگ سرور) مرتبہ جناب سید محمد محمود صاحب رضوی مخمور،

چھوٹی تقطیع ۸ + ۲۱۴ + ۴۰ = ص۲۶۲ قیمت عہ؛ پتہ، بابو رام نرائن لال تاجر کتب الہ آباد،

الہ آباد کے نیشنل پریس نے انگریزی مدارس کے طلبہ کی اردو تعلیم کیلئے اردو ادبیات کا جو سلسلہ شائع کرنا شروع کیا ہے یہ اسکی دسوین کڑی ہے، اس مشہور افسانہ کو جناب مخمور نے اڈٹ کیا، ابتدا مین ۸ صفحے کا مقدمہ ہے، اور اس مین سرور کا ترجمہ اوسکی تصانیف کا ذکر اور اس افسانہ پر ادبی تنقید ہے، اس کے بعد نفس کتاب ہے، اور آخر مین، ۴۰ صفحات پر مشکل الفاظ عربی عبارتوں اور خاص نامون کی تشریح یا فرہنگ ہے، یہ دیکھکر خوشی ہوتی ہے کہ ابتدائی اردو کے اہم ترین کارنامے اب پھر خاص اہمیت حاصل کرتے جاتے ہین، اور اگر

یہ سلسلہ قائم رہا تو بہت سی وہ کتابیں جو ارتقا سے اردو میں خاص اہمیت رکھتی تھیں، ایک مرتبہ پھر ہمارے سامنے بہتر طریقے سے آجائینگی،

ابتدائی مدارس ہند میں تعلیم، مترجمہ جناب مہدی حسن صاحب زبیری، بی، اے، بی ٹی، ص ۱۹۰ قیمت عہ پتہ شبیر حسن اینڈ سنز مارہرہ ضلع ایٹہ،

مس گوری کارڈن تسعلم مدرسہ تعلیم المعلمین نے بارہ مختلف ماہرین تعلیم سے بارہ مختلف موضوع پر مقالے لکھا کر اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا تھا، بچون کی ابتدائی تعلیم اور ان کی جسمانی نشو و نما سے متعلق یہ مقالے بہت پر از معلومات ہین، اور ان کی اس اہمیت کو دیکھکر کلیہ عثمانیہ (تعلیم المعلمین) کے استاد مسٹر مہدی حسن نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے، اس مختصر و جامع کتاب مین بچون کی تعلیم وغیرہ کے متعلق جو معلومات درج ہین، اور ماہرین نے اپنے تجربات کے جو خیالات ظاہر کئے ہین، وہ اس قابل ہین کہ ہر اوس شخص کو جو اس موضوع سے تعلق رکھتا ہو اس پر غور [illegible] ین [illegible] کرنا چاہیے،

لطیفیات، جناب شیخ محمد حسن صاحب لطیفی، بی، اے ص ۹۶ قیمت ۱۲ر پتہ مصنف اقبال گنج لودھیانہ،

لطیفی صاحب ایک نوجوان پنجابی شاعر و نثر نگار ہین، یہ ان کی نظم و نثر کا مجموعہ ہے، نثر تقریباً تمامتر اور نظم بھی بیشتر انگریزی کا ترجمہ ہے، ابتدا مین جناب اصغر حسین صاحب نظیر کا مقدمہ ہے اور انھون نے اپنے اخلاقی فرض کو اچھی طرح ادا کیا ہے، ایک آدھ جگہ پنجابی طرز ادا کی مثال بھی ملتی ہے، مثلاً

ع رخ سے پردہ اوسیانے ہے سرکایا ہوا

تصحیح

جولائی کے معارف مین خیالات اردو نگ کی قیمت ۸ر کی جگہ عہ لکھدی گئی ہے، اور یہ کتاب دار المصنفین کے علاوہ خود مترجم سے غازی آباد کے پتہ سے بھی مل سکتی ہے،

جلد بست دوم	ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۲۸ء	عدد چہارم

مضامین